حکومت
(Government)

حکومت کا مفہوم (Meaning)

حکومت سیاسی کنٹرول کا ایسا نظام ہے، جس کے تحت قانون بنانے اور نافذ کرنے کا حق آزاد سیاسی معاشرے میں مخصوص افراد کو ہوتا ہے۔ حکومت کی تنظیم تین شعبوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ مقننہ مہذب معاشرے کی ترقی کے لیے قوانین بناتی ہے۔ یہ ریاست میں بہتر زندگی بسر کرنے کے لیے نظام حیات کا تعین کرتی ہے۔ انتظامیہ ان قوانین کو نافذ کرتی ہے، تاکہ لوگوں کو پُرامن اور پُرسکون ماحول میسر آسکے۔ ان کو ذہنی اور روحانی خوشی بھی حاصل ہو۔ عدلیہ ملک میں عدل و انصاف قائم کرتی ہے۔ یہ شہریوں کی آزادی اور ان کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔ جدید دور میں حکومت کے فرائض میں اضافہ ہوا ہے۔ فرد کی سیرت کی تعمیر، معاشرتی عدل کا قیام، عوام کے معاشی تحفظ اور فلاح و بہبود جیسے مقاصد کو بہتر طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حکومت کی درجہ بندی (Classification of Government)

دورِ قدیم سے دورِ جدید تک حکومت کی اقسام کا مسئلہ زیرِ بحث رہا ہے۔ علم سیاسیات کے بعض مفکرین جن میں ارسطو (Aristotle) بھی شامل ہے، حکومت کی اقسام کو ریاست کی اقسام قرار دیتے ہیں۔ یہ تصور درست نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ریاست کی درجہ بندی ممکن نہیں کیوں کہ دنیا کی تمام ریاستیں نوعیت اور عناصر کے لحاظ سے ایک جیسی ہوتی ہیں۔

ہر ریاست چار لازمی عناصر یعنی آبادی، علاقہ، حکومت اور اقتدارِ اعلیٰ پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے دنیا کی تمام ریاستیں ایک جیسی ہیں، البتہ حکومت کی اقسام مختلف ہو سکتی ہیں۔ آج بھی بعض ممالک میں جمہوریت اور بعض میں آمریت ہے۔ کسی ملک میں پارلیمانی نظام حکومت ہے تو کسی ملک میں صدارتی طرزِ حکومت ہے۔ مفکرین کے خیال میں حکومت کی مختلف اقسام ہیں۔ اس سلسلے میں ذیل میں چند مفکرین کے نظریات کا جائزہ لیتے ہیں:

1- ارسطو کی حکومتوں کی درجہ بندی (Aristotle's Classification of Governments)

ارسطو نے اپنی کتاب ''سیاست (Politics)'' میں ریاست کی مختلف اقسام کو بیان کیا ہے۔ ارسطو نے حکومت کی تقسیم کی بنیاد دو اصولوں پر رکھی ہے۔

(i) حکمرانوں کی تعداد (ii) حکمرانی کا مقصد

ارسطو کے نظریے کے مطابق:

☆ اگر ایک فردِ واحد حکمران ہو اور عوام کے مفاد میں حکومت کرے تو اسے بادشاہت (Monarchy) کہا جاتا ہے۔

☆ اگر حکمران اجتماعی مفاد کی بجائے اپنے ذاتی مفاد کے لیے اختیارات کو استعمال کرے تو بادشاہت جابرانہ حکومت (Tyranny) میں بدل جاتی ہے۔

☆ اگر چند افراد عوام کے مفاد میں حکومت کریں تو اسے اشرافیہ (Aristocracy) کہا جاتا ہے۔ جب وہ خود غرض ہو جائیں تو چند سری (Oligarchy) کہلاتی ہے۔

☆ اگر اقتدار اکثریت کے پاس ہو اور اس کے پیشِ نظر فلاح عامہ ہو تو اس کو ارسطو منظم معاشرہ (Polity) کہتا ہے اور جب حکمران طبقہ عوام کا استحصال کرنے لگے تو پھر منظم معاشرہ ''جمہوریت'' (Democracy) میں بدل جاتا ہے۔

ارسطو کے نزدیک جمہوریت حکومت کی بدترین اور گمراہ کن شکل ہے۔

ارسطو کی حکومتوں کی درجہ بندی کو یوں واضح کیا جا سکتا ہے۔

حکمران	صحیح شکل	گمراہ شکل
فردِ واحد کی حکومت	بادشاہت	جابرانہ حکومت
چند اشخاص کی حکومت	اشرافیہ	چند سری
بہت سے اشخاص کی حکومت	منظم معاشرہ	جمہوریت

2- مانٹیسکیو کی تقسیم (Montesquieu's Classification)

مانٹیسکیو نے حکومت کو مندرجہ ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(i) جمہوریت: جس میں عوام اقتدارِ اعلیٰ کے مالک ہوتے ہیں۔

(ii) بادشاہت: جس میں فردِ واحد ریاست کے آئین اور قانون کے مطابق حکومت کرتا ہے۔

(iii) مطلق العنانیت: جس میں فردِ واحد کو تمام اختیارات حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ کسی آئین اور قانون کا پابند نہیں ہوتا۔

3- میریٹ کی تقسیم (Marriot's Classification)

میریٹ کی تقسیم تین اصولوں پر مبنی ہے۔

(i) وحدانی طرزِ حکومت

اگر حکومت کے تمام اختیارات ایک ہی مرکزی حکومت کے پاس ہوں تو ایسی حکومت وحدانی طرزِ حکومت کہلاتی ہے۔

(ii) وفاقی طرزِ حکومت

اگر کسی ریاست میں حکومت کے اختیارات مرکز اور اکائیوں کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں تو ایسی حکومت وفاقی طرزِ حکومت کہلاتی ہے۔

(iii) مطلق العنان حکومت

ایسا نظامِ حکومت جس میں انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ پر تنہا حاصل ہو، مطلق العنان حکومت کہلاتی ہے۔

4- ڈاکٹر لیکاک کی تقسیم (Dr. Leacock's Classification)

موجودہ دور میں لیکاک کی تقسیم سب سے بہتر اور جامع سمجھی جاتی ہے۔ یہ ایک خاکہ کی صورت میں درج ہے۔

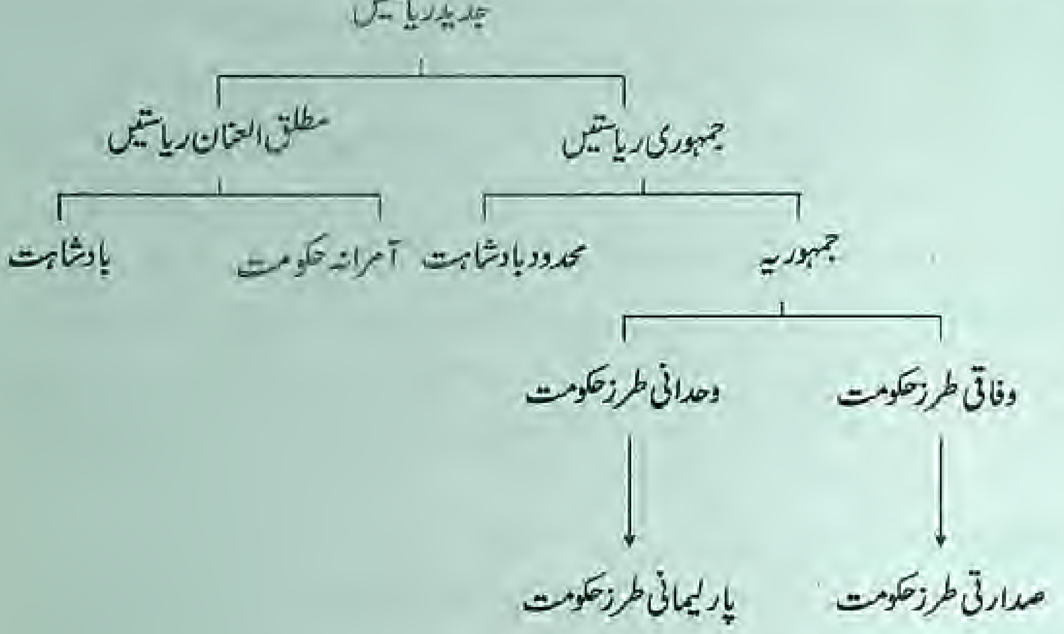

جمہوریت
(Democracy)

جمہوریت کا مفہوم اور تعریف (Meaning and Definition of Democracy)

جمہوریت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جمہور کے معنی ''عوام'' کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا جمہوریت سے مراد عام لوگوں کی حکومت ہے۔ جمہوریت کے لیے انگریزی کا لفظ Democracy استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ دو یونانی الفاظ Demos اور Kratos سے اخذ کیا گیا ہے، جن کے بالترتیب معنی لوگ اور حکومت کے ہیں۔ اس طرح جمہوریت کا مطلب ''عوام کی حکومت ہے۔'' گویا یہ ایک ایسی طرزِ حکومت ہے جس میں عوام خود یا اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے حکومت کرتے ہیں۔ مختلف مفکرین نے جمہوریت کی مختلف تعریف کی ہے، جو ذیل میں دی گئی ہے:

1- ارسطو (Aristotle)

''جمہوریت حکومت کی گمراہ کن شکل ہے۔''

2- سیلے (Seeley)

''یہ ایک ایسی حکومت ہے جس میں ہر شخص حصہ دار ہوتا ہے۔''

3- گیٹل (Gettell)

"یہ ایک ایسی طرزِ حکومت ہے جس میں آبادی کا کثیر حصہ اقتدارِ اعلیٰ کے اختیارات کے استعمال میں حصہ دار بننے کا حق رکھتا ہے۔"

4- لارڈ برائس (Lord Bryce)

"ایسی طرزِ حکومت جس میں اقتدارِ اعلیٰ مجموعی طور پر سارے معاشرے کے سپرد ہو۔"

5- ابراہم لنکن (Abraham Lincoln)

"عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے۔"

مندرجہ بالا تعریفوں کا تجزیہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جمہوریت ایسی طرزِ حکومت ہے جس میں عوام کی اکثریت کی رائے کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ حکومت تمام افراد کے وسیع تر مفاد کی خاطر قائم کی جاتی ہے۔ اس میں عوام بلاواسطہ یا بالواسطہ اپنے مسائل خود سلجھاتے ہیں اور ہر ایک کو وہ قانونی مساوات حاصل ہوتی ہے۔

جمہوریت کی اقسام (Kinds of Democracy)

جمہوریت کی دو اقسام ہوتی ہیں۔

1- بلاواسطہ جمہوریت (Direct Democracy) 2- بالواسطہ جمہوریت (Indirect Democracy)

1- بلاواسطہ جمہوریت (Direct Democracy)

بلاواسطہ جمہوریت میں عوام براہِ راست امورِ حکومت میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ ایک جگہ اکٹھے ہو کر اپنے لیے قوانین بناتے اور سرکاری عہدے داروں کا انتخاب کرتے ہیں۔ جمہوریت کی یہ قسم قدیم یونان اور روم میں رائج تھی۔ یہ ریاستیں رقبہ کے لحاظ سے بہت چھوٹی اور ان کی آبادی بھی بہت کم تھی۔ تھوڑی اور کم آبادی کا ایک جگہ جمع ہونا آسان تھا۔ اس وقت ہر شہری کے لیے ممکن تھا کہ وہ حکومت کے نظم ونسق چلانے میں براہِ راست شریک ہو۔ درحقیقت بلاواسطہ جمہوریت ان چھوٹی ریاستوں ہی میں کامیاب تھی لیکن موجودہ بڑی اور وسیع ریاستوں میں یہ طریقہ قابلِ عمل نہیں ہے۔ آج کل ایسی جمہوریت کچھ حد تک سوئٹزرلینڈ میں پائی جاتی ہے۔

2- بالواسطہ جمہوریت (Indirect Democracy)

آج کل طویل و عریض ریاستوں میں بالواسطہ یا نمائندہ جمہوریت کا طریقہ رائج ہے۔ اس طرزِ حکومت میں تمام شہری ملکی معاملات میں براہِ راست حصہ نہیں لے سکتے بلکہ اپنے نمائندوں کے ذریعے کاروبارِ حکومت چلاتے ہیں۔ یہ جدید قسم کی جمہوریت ہے۔ جان سٹورٹ مل (John Stuart Mill) نے بالواسطہ جمہوریت کی تعریف یوں کی ہے: "ایسا نظامِ حکومت جس میں تمام لوگ یا ان کی اکثریت اپنے منتخب نمائندوں کے توسط سے اپنے حاکمانہ اختیارات کا استعمال کرتے ہیں۔"

جمہوریت کی خوبیاں (Merits of Democracy)

1- سیاسی شعور میں اضافہ

جمہوریت ایک ایسی طرزِ حکومت ہے جو عوام میں سیاسی شعور اجاگر کرتی ہے۔ اس طرزِ حکومت میں انتخابات باقاعدگی سے ہوتے ہیں۔ انتخابات کے وقت ہر سیاسی جماعت ملکی مسائل اور ان کے حل کے لیے تجاویز پیش کرتی ہے، جس سے عوام کی سیاسی سمجھ بوجھ میں اضافہ ہوتا ہے۔

2- عوام کی حکومت

جمہوریت ایک ایسی طرزِ حکومت ہے، جس میں حکومت بنانے کا اختیار عوام کو حاصل ہوتا ہے۔ عوامی منتخب نمائندے، عوام کی مرضی کے مطابق حکومت چلاتے ہیں کیوں کہ یہ منتخب نمائندے انھی میں سے ہوتے ہیں۔ جمہوریت میں لوگوں کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ حکومت ان کی بنائی ہوئی ہے، اس لیے ہر شخص اپنے فرائض ذمے داری اور تندہی سے سرانجام دیتا ہے۔

جمہوری حکومت پسندیدہ قرار دی جاتی ہے، کیوں کہ یہ حکومت عوام کی مرضی کے مطابق چلتی ہے۔ حکومت عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔ عوامی نمائندے قانون وضع کرتے ہیں اور وہی نافذ کرتے ہیں۔

3- فلاحِ عامہ

جمہوری حکومت دیگر حکومتوں کے مقابلے میں عام لوگوں کی فلاح و بہبود کا زیادہ خیال رکھتی ہے۔ اس نظام میں کسی مراعات یافتہ طبقے کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ جے۔ ایس مل (J.S.Mill) دو وجوہات کی بنا پر جمہوریت کی تعریف کرتا ہے:

(i) صرف جمہوریت ہی عوام کو یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنے حقوق سے بہتر طور پر فائدہ اٹھائیں اور اجتماعی خوش حالی سے ہمکنار ہوں۔

(ii) صرف جمہوریت کی بدولت ہی زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

4- مساوات

مساوات جمہوریت کا بنیادی ستون ہے۔ جمہوریت آزادی اور مساوات کی علم بردار ہوتی ہے۔ اس میں ہر شخص یکساں سیاسی حقوق کا مالک ہوتا ہے۔ ہر شخص کو ترقی کے مساوی مواقع ملتے ہیں۔ کسی کے ساتھ خصوصی اور امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔ عدالتیں شہریوں کے بنیادی حقوق کی محافظ ہوتی ہیں۔

5- امن پسند اور انسان دوست

جمہوری حکومت امن پسند ہوتی ہے۔ یہ عوام کی مرضی پر انحصار کرتی ہے۔ عوام بخوبی جانتے ہیں کہ جنگ کی صورت میں وہ ہی سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ برٹرینڈ رسل (Bertrand Russell) نے بالکل درست کہا ہے کہ "جمہوریت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ دوسری حکومتوں کی نسبت امن کو زیادہ پسند کرتی ہے۔" یہ حکومت انسان دوست ہوتی ہے۔

6- حب الوطنی

اس طرزِ حکومت میں عوام امورِ حکومت میں بذاتِ خود حصہ لیتے ہیں، اس لیے حکومت کے ساتھ عوام کی وابستگی ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ حکومت اور ملک کے خود مالک ہیں۔ یہی احساس ان میں حب الوطنی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔

7- انقلابات سے تحفظ

جمہوری حکومت میں بغاوت اور انقلابات کا خدشہ کم رہتا ہے کیوں کہ یہ پُرامن ماحول پر یقین رکھتی ہے۔ عوام جانتے ہیں کہ اس نظام میں حکومت کو تبدیل کرنے کے لیے پُرامن اور آئینی طریقے موجود ہوتے ہیں، جس کا استعمال انتخاب کے موقع پر بآسانی کیا جاسکتا ہے، اس لیے جمہوری حکومتیں ہمیشہ انقلابات سے محفوظ رہتی ہیں۔

جمہوریت کی خامیاں (Demerits of Democracy)

1- اکثریت کی حکومت

جمہوریت کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں فیصلے اکثریت سے ہوتے ہیں، خواہ اکثریت کا تناسب کتنا کم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ اکثریت میں اعلیٰ درجے کی قابلیت بھی پائی جاتی ہو۔ اس طرز حکومت میں اہلیت کی بجائے تعداد پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بجا کہا ہے:

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

جمہوریت کے اس اصول کے مطابق جو حیثیت ایک احمق اور بے وقوف کی رائے کی ہے، وہی تجربہ کار سیاست دان کی بھی ہے۔

2- باصلاحیت افراد کی کمی

جمہوریت اس نظریے کی علمبردار ہے کہ ہر شخص قابل اور سمجھدار ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ عوام کی اکثریت کا نہ تو سیاسی شعور بیدار ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے ووٹ کی صحیح قدر و قیمت جانتے ہیں۔ اکثریت میں اتنا شعور نہیں ہوتا کہ وہ بہتر اور باصلاحیت افراد کا چناؤ کر سکیں۔ اس طرح حکومت میں باصلاحیت افراد کی کمی ہو سکتی ہے۔

3- سست رفتار نظام حکومت

جمہوری طرز حکومت میں معاملات بڑی سست رفتاری سے اور پیچیدہ مراحل سے گزر کر حل ہوتے ہیں۔ بحث و مباحثہ کے ایک طویل عمل سے گزرنا پڑتا ہے اور کسی فیصلے تک پہنچنے کے لیے کافی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

4- پارٹی بازی

جمہوریت کی ایک اور کمزوری جماعتی نظام ہے، جس کی وجہ سے لوگوں میں پارٹی بازی کا جذبہ بھی ہوتا ہے۔ یہ طرز حکومت قوم کو پارٹیوں، گروہوں اور دھڑوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اس سے ملک کی بقا اور سالمیت کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بقول لارڈ برائس:

''سیاسی جماعتیں عدم استحکام اور جمود کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔''

5- ہنگامی حالات کے لیے غیر موزوں

جمہوری طرز حکومت میں تمام فیصلے بحث و تمحیص کے بعد اور دیر سے کیے جاتے ہیں، جس میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ فیصلہ سازی کے سست عمل کے باعث جمہوری نظام ہنگامی حالات میں بعض اوقات غیر موزوں اور ناکام نظر آتا ہے۔

6- بے جا اصراف

جمہوری طرز حکومت پر بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ ہر وقت کہیں نہ کہیں قانون ساز ادارے کے انتخابات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ انتخابات پر بے جا اخراجات ہونے سے ملکی معیشت پر برے اثرات پڑتے ہیں۔

7- پالیسی میں تسلسل کا فقدان

جمہوری نظام میں حکومتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں، اس لیے اس میں حکومتی پالیسیوں کا تسلسل قائم نہیں رہتا۔ عوام نئی اور پرانی پالیسیوں کے چکر میں الجھے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے عوام کا حکومتی پالیسیوں پر اعتماد نہیں رہتا۔

آمریت

(Dictatorship)

تعریف اور مفہوم (Meaning and Definition)

ڈکٹیٹر شپ کا ماخذ لاطینی لفظ ڈکٹیٹر (Dictator) ہے، جس کا معنی "مطلق العنان حکومت ہے۔" آمریت کی تعریف یوں کی جاتی ہے: "یہ ایک شخص یا گروہ کا مطلق اقتدار ہے جس کے لیے رعایا یا محکوم کی تائید کی کوئی ضرورت نہیں۔" آمریت ایسی حکومت کو کہتے ہیں جس میں ریاست کے تمام اختیارات فردِ واحد کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ وہ تمام اختیارات اور قوانین کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے لامحدود اختیارات کو بغیر کسی پابندی کے استعمال کر سکتا ہے۔ آمر اپنے افعال کے لیے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا اس کا دورِ اقتدار متعین نہیں ہوتا۔ اسے موت یا خونی انقلاب ہی اقتدار سے ہٹا سکتا ہے۔

آمریت کی اقسام

دورِ جدید میں مختلف ممالک میں قائم ہونے والی آمریتوں کی درج ذیل اہم اقسام ہیں:

i- قومی آمریت

بعض دفعہ آمریت پسند قومیں بخوشی آمرانہ اختیارات اپنی قوم کے مقبول ترین لیڈر کو سونپ دیتی ہیں۔ اس کی بڑی بڑی مثالیں یہ ہیں: جرمنی میں ہٹلر، اٹلی میں مسولینی، مصر میں جمال عبدالناصر اور انڈونیشیا میں سوئیکارنو کی آمریتیں وغیرہ۔

ii- فوجی آمریت

فوجی آمریت طاقت کے بل پر قائم کی جاتی ہے۔ دورِ جدید میں آمریت کی یہ سب سے عام قسم ہے۔ ایسی آمریت فوجی لیڈر فوج کی پشت پناہی سے قائم کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ فوج سے وابستہ رہتا ہے اور اسے مضبوط اور خوش رکھتا ہے۔

iii- فسطائی آمریت

فسطائی آمریت، ریاست کو مضبوط بنانے کا نعرہ لگا کر میدانِ عمل میں آتی ہے۔ فسطائی حکمران جمہوری طریقوں سے برسرِ اقتدار آتے ہیں اور بعد میں آمرانہ طرزِ عمل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ آمریت جرمنی اور اٹلی میں قائم ہوئی تھی۔

iv- اقتصادی آمریت

اقتصادی آمریت، آمریت کی ایک ایسی قسم ہے جہاں آمر یا آمرانہ اختیارات کی حامل جماعت کے سامنے بنیادی طور پر قوم کے اقتصادی مسائل حل کرنے کے لیے کوئی پروگرام ہو۔ یہ جماعت عوام کی اقتصادی خوش حالی کا نعرہ لگاتی ہے۔ آمریت کی یہ قسم اشتراکی ممالک مثلاً روس، چین، یوگوسلاویہ، ہنگری اور پولینڈ وغیرہ ممالک میں موجود رہی ہے۔

آمریت کی خوبیاں (Merits of Dictatorship)

1- مضبوط حکومت

آمرانہ طرزِ حکومت کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ ہمیشہ مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔ آمر کی لامحدود قوت کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ وہ اپنے مخالفین کو ملک میں بے چینی اور انتشار پھیلانے کی اجازت نہیں دیتا۔

2- فوری فیصلے
چونکہ آمر مطلق العنان ہوتا ہے، اس لیے وہ ہر کام اپنی مرضی کے مطابق وقت ضائع کیے بغیر فوراً سرانجام دے سکتا ہے۔

3- ہنگامی حالات کے لیے موزوں
یہ نظام بحرانوں یا ہنگامی حالات میں بڑا موثر ہوتا ہے۔ اس میں فردِ واحد کلی اختیارات کا مالک ہوتا ہے جو تمام مسائل کے بارے میں فوری فیصلے کر سکتا ہے۔ وہ ہنگامی حالات پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

4- پالیسی میں تسلسل
آمریت میں حکومت چونکہ مضبوط اور مستقل ہوتی ہے، اس لیے اس کی پالیسی میں تسلسل رہتا ہے۔ حزبِ اختلاف کی عدمِ موجودگی کی وجہ سے پالیسی پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

5- قومی اتحاد
اس نظام میں مخالف سیاسی جماعتوں کی عدم موجودگی سے لوگوں میں پارٹی بازی اور سیاسی گروہ بندی ختم ہو جاتی ہے۔ لوگوں میں یک جہتی و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح لوگوں کی توجہ ملکی مفادات پر ہوتی ہے۔

6- تعمیر و ترقی
آمریت میں نظم و نسق کی اصلاح اور قومی تعمیر و ترقی کو اولیت دی جاتی ہے۔ عوام کو غیر سیاسی کر کے معاشی طور پر مضبوط کیا جاتا ہے، اس لیے ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

7- مضبوط دفاع
اس نظام میں آمر کے اقتدار کا انحصار فوجی قوت پر ہوتا ہے، اس لیے فوجی قوت میں اضافے پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ قومی بجٹ کا کافی حصہ دفاع پر خرچ کیا جاتا ہے، اس طرح ریاست کا دفاع مضبوط ہوتا ہے۔ ریاست اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رہتی ہے۔ جرمنی اور اٹلی مختصر عرصے میں دنیا کی درجہ اول کی فوجی طاقتیں بن گئیں۔

آمریت کی خامیاں
(Demerits of Dictatorship)

1- جبر و تشدد
آمرانہ نظامِ حکومت کی ایک بڑی خامی یہ ہے کہ آمر اپنے مخالفین کو کچلنے کے لیے تشدد آمیز طریقے اختیار کرتا ہے۔ عوام پر ظلم و ستم کرنا اس کا شیوہ بن جاتا ہے۔ لوگوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔ ملک میں خوف و ہراس کا دور دورہ ہوتا ہے۔

2- امن دشمن
آمریت اپنی جنگی فطرت کی بنا پر بین الاقوامیت کے خلاف ہے۔ آمر روایتی طور پر امن دشمن اور جنگی جنون کا شکار ہوتے ہیں۔ بلاشبہ دنیا کی تمام بڑی جنگوں کی پشت پر کسی نہ کسی آمر کی خواہش کام کر رہی ہوتی ہے۔

آمریت میں حکومت کو تبدیل کرنے کا کوئی آئینی اور پرامن راستہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات آمر سے جان چھڑانے کے لیے عوام کو تشدد

اور خون خرابے کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔

3- غیر یقینی نظام حکومت

یہ نظامِ حکومت غیر یقینی ہے۔ آمر ملک کے اندر کسی فرد کو ایسی تربیت ہی نہیں دیتا اور نہ ہی ایسے لیڈر کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو بعد میں اچھی طرح عنانِ حکومت سنبھال سکے اور قوم کو ترقی دے سکے۔

4- بہتر صلاحیتوں کا خاتمہ

اس طرزِ حکومت میں شخصی آزادی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ترقی کا عمل رک جاتا ہے۔ افراد کی خودی، جدت پسندی، عزتِ نفس اور جرأت جیسی بہترین صلاحیتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ماحول اور حالات قوم اور ملک کے لیے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔

5- غیر ذمہ دار حکومت

آمریت اپنی تمام تر خصوصیات میں جمہوریت کا تضاد ہے۔ جمہوری حکومت عوام کو جواب دہ ہوتی ہے، جب کہ آمر کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ وہ ہر معاملے میں من مانی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام آمریت کو پسند نہیں کرتے۔

6- مصنوعی قومی اتحاد

آمر خوف و ہراس پیدا کر کے مصنوعی قومی یک جہتی اور اتحاد قائم کرتا ہے۔ یہ اتحاد حقیقی بنیادوں پر استوار ہونے کی بجائے مصنوعی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ قومی یک جہتی اور اتحاد عوام کی منشا کے خلاف ہوتا ہے۔ جونہی آمر کی موت واقع ہوتی ہے یا وہ کمزور ہو جاتا ہے تو اقتدار پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ ملک میں افراتفری، بے چینی اور سیاسی انتشار پھیل جاتا ہے۔

7- شخصیت پرستی

آمرانہ نظام کلی طور پر ایک شخصیت کے گرد گھومتا ہے۔ اس میں آمر کو ایک بلند و بالا شخصیت کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ عوام کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ آمر ہی عوام کے تمام دُکھوں اور مسائل کا مداوا ہے۔ شخصیت پرستی کا یہ رجحان بہت خطرناک ہے۔ لہٰذا کسی فرد کی بجائے اداروں کو مضبوط بنانا چاہیے اور عوام کی وابستگیاں اور وفاداری کسی فرد کی بجائے اداروں سے ہونی چاہیے۔

وحدانی اور وفاقی طرزِ حکومت
(Unitary and Federal Form of Government)

وحدانی طرزِ حکومت (Unitary Form of Government)

مفہوم (Meaning)

وحدانی طرزِ حکومت میں تمام اختیارات مرکزی حکومت کے پاس ہوتے ہیں۔ اس نظام میں حکومت کے تینوں شعبوں مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی ایک ہی مرکزی تنظیم ہوتی ہے۔ آئین کے تحت تمام اختیارات اسی مرکزی تنظیم کو حاصل ہوتے ہیں۔ تاہم انتظامی سہولت کے لیے ملک کو کچھ اکائیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ آئینی لحاظ سے ان اکائیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ان کو جو اختیارات حاصل ہوتے ہیں، وہ مرکز کی طرف سے تفویض کیے جاتے ہیں۔ مرکزی حکومت جب چاہے ان اختیارات میں کمی بیشی کر سکتی ہے بلکہ ان اختیارات کو کلی طور پر ختم بھی کر سکتی ہے۔ برطانیہ، فرانس، اٹلی اور جاپان وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

وحدانی طرزِ حکومت کی خوبیاں (Merits of Unitary Form of Government)

1- سادہ اور آسان

اس طرزِ حکومت کی تنظیم بڑی سادہ ہوتی ہے۔ ملک میں ایک ہی مرکزی حکومت ہوتی ہے۔ اس کے تینوں شعبوں کا ڈھانچا ایک ہوتا ہے۔ لہٰذا شہریوں کے لیے ان کی کارکردگی کا جائزہ لینا آسان ہوتا ہے۔

2- لچک

وحدانی طرزِ حکومت میں بڑی لچک ہوتی ہے۔ یہ بدلے ہوئے حالات کے مطابق اپنے آپ کو آسانی سے ڈھال سکتی ہے اور حالات کے مطابق فیصلے کر سکتی ہے۔

3- مضبوط اور مستقل پالیسی

اس نظامِ حکومت میں اعلیٰ اختیارات صرف مرکزی حکومت کے پاس ہوتے ہیں۔ اس میں کسی صوبائی اور علاقائی حکومت سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وحدانی حکومت داخلی اور خارجی امور میں مضبوط اور مستقل پالیسی اختیار کر سکتی ہے۔

4- چھوٹی ریاستوں کے لیے موزوں

وحدانی طرزِ حکومت ان ریاستوں کے لیے موزوں ہے، جو رقبے کے لحاظ سے چھوٹی ہوں۔ اس طرح ایک ہی قسم کا قانون ملک کے تمام حصوں کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔

5- کم خرچ

وحدانی نظام میں حکومت کے تینوں شعبوں یعنی مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کا ڈھانچا ایک ہی ہوتا ہے، اس لیے ملکی خزانے پر زیادہ بوجھ نہیں پڑتا۔

6- نظم و نسق میں یکسانیت

وحدانی طرزِ حکومت کی ایک خوبی یہ ہے کہ ملک میں قوانین اور نظم و نسق میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ مرکزی حکومت تمام ملک کے لیے یکساں قوانین اور پالیسی وضع کرتی ہے۔

7- اتحاد اور یک جہتی

یہ حکومت اتحاد اور یک جہتی کی علامت ہے، سیاسی وحدت اور تنظیم کی یکسانیت کی وجہ سے لوگوں میں اتحاد، ہم آہنگی اور یک جہتی پیدا ہوتی ہے۔

وحدانی طرزِ حکومت کی خامیاں (Demerits of Unitary Form of Government)

1- بڑے ممالک کے لیے ناموزوں

وحدانی حکومت ان ممالک کے لیے موزوں نہیں، جن کا رقبہ اور آبادی بہت زیادہ ہو۔ جہاں مختلف نسلیں آباد ہوں اور کثیر الثقافتی ہوں۔

2- مقامی مسائل سے عدم توجہی

وحدانی ریاست میں صرف ایک ہی مرکزی حکومت ہوتی ہے۔ اس لیے ایسی حکومت مقامی اور علاقائی مسائل پر زیادہ توجہ نہیں دے سکتی۔ اس

کے علاوہ وحدانی طرزِ حکومت میں مقامی حکومتوں کی قدر و قیمت بھی گھٹ جاتی ہے۔

3- تخلیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کا خاتمہ

گارنر کہتا ہے کہ "وحدانی طرزِ حکومت مقامی طور پر افراد کی تخلیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ افراد کی عوامی امور میں دل چسپی زیادہ ہونے کی بجائے کم ہو جاتی ہے۔"

4- سفارش، اقربا پروری اور رشوت جیسی خرابیاں

وحدانی طرزِ حکومت میں زیادہ تر معاملات عوامی نمائندوں کی بجائے سرکاری افسروں کے سپرد ہوتے ہیں، اس سے سفارش، اقربا پروری اور رشوت جیسی خرابیاں عام ہو جاتی ہیں۔

وفاقی طرزِ حکومت

(Federal Form of Government)

وفاقی طرزِ حکومت ایسے نظام کو کہتے ہیں جس میں آئین کے تحت حکومت کے اختیارات کو ریاست کی مرکزی اور علاقائی حکومتوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ وفاقی حکومت کو انگریزی میں Federal Government فیڈرل گورنمنٹ کہتے ہیں۔ یہ لاطینی (Latin) زبان کے ایک لفظ Foedus سے نکلا ہے، جس کا مطلب "معاہدہ یا سمجھوتہ" ہے۔ گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ مختلف آزاد ریاستیں ہی باہمی معاہدے کے ذریعے ایک نئی ریاست تشکیل دیتی ہیں۔

ڈائسی (Dicey) کا کہنا ہے "وفاق ایک ایسی سیاسی تنظیم ہے جس میں قومی اتحاد اور اختیارات کو علاقائی حقوق کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔"

وفاق میں شامل اکائیوں کو دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ پاکستان اور بھارت میں اس اکائی کو صوبہ (Province)، امریکا میں ریاست (State) اور سوئٹزرلینڈ میں کینٹن (Canton) کہا جاتا ہے۔

وفاقی طرزِ حکومت کی خوبیاں

(Merits of Federal Form of Government)

1- بڑی ریاستوں کے لیے موزوں

وفاقی حکومت بڑی ریاستوں کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ اس طرزِ حکومت میں کئی اکائیاں ہوتی ہیں جو بخوبی علاقائی مسائل حل کر سکتی ہیں۔ جہاں لوگوں میں لسانی، مذہبی، ثقافتی یا نسلی اختلافات موجود ہوں، وہاں وفاقی نظام ہی بہتر رہتا ہے۔

2- اخراجات میں بچت

وفاقی طرزِ حکومت میں اخراجات کی بچت ہوتی ہے کیوں کہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں مل کر ایک وفاق بناتی ہیں، جہاں ان کے اخراجات کم ہو جاتے ہیں۔

3- مضبوط ریاست

وفاق کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں شامل ہو کر چھوٹی اور کمزور ریاستیں بھی طاقت ور بن جاتی ہیں۔ موجودہ دور کی

عالمی سیاست میں چھوٹی اور کمزور ریاستوں کے حقوق کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی، اس لیے ایسی ریاستوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیرونی حملوں سے تحفظ کے لیے آپس میں متحد ہو جائیں۔ اس کا ایک مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ چھوٹی ریاستیں وفاق کے ذریعے متحد اور مضبوط بن کر امنِ عالم کی راہ ہموار کرتی ہیں۔

4- وفاقی حکومت من مانی نہیں کر سکتی

وفاقی طرزِ حکومت میں وفاقی حکومت من مانی نہیں کر سکتی۔ آئین تحریری اور استوار ہوتا ہے، اس لیے ہر دو طرح کی حکومتوں کے اختیارات، فرائض اور دائرہ کار متعین ہوتا ہے۔ یہ دونوں حکومتیں ایک دوسرے پر کڑی نظر رکھتی ہیں۔ عدلیہ آزاد اور برتر ہونے کی وجہ سے کسی بھی قانون یا حکومتی کارروائی کو جو آئین کے خلاف ہو، غیر آئینی قرار دے کر ختم کر سکتی ہے۔

5- سیاسی سوجھ بوجھ میں اضافہ

وفاقی طرزِ حکومت میں دوہرا نظام ہوتا ہے۔ مقامی نوعیت کے مسائل مقامی حکومتوں کے سپرد ہوتے ہیں۔ عوام کو مقامی مسائل میں دلچسپی لینے کا موقع ملتا ہے۔ عوام کو اپنی صلاحیتیں اجاگر کرنے کے کافی مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

6- تجربات کے مواقع

وفاقی طرزِ حکومت میں اکائیوں کو انتظامی اور سیاسی تجربات کرنے کے بہترین مواقع ملتے ہیں۔ لارڈ برائس کہتا ہے "وفاقیت مقامی قانون سازی اور نظم و نسق میں تجربات کی اجازت دیتی ہے جو اگر سارے ملک میں کیے جائیں تو اس کے خطرناک نتائج ثابت ہو سکتے ہیں۔ جب کہ وفاقی حکومت میں ان کا اثر صرف خاص علاقے پر پڑتا ہے۔"

وفاقی طرزِ حکومت کی خامیاں
(Demerits of Federal Form of Government)

1- پیچیدہ نظام

وفاقی نظام میں دو قسم کی حکومتیں ہونے کی وجہ سے خاصی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

2- استوار آئین

وفاقی نظام میں اختیارات کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ تقسیمِ اختیارات ہر دور کے لیے موزوں اور جدید تقاضوں کے مطابق نہیں ہو سکتے۔ وفاق کا آئین عموماً بے لچک اور استوار ہوتا ہے جس سے وفاقی حکومت کئی ضروری امور اور تیز رفتار ترقی کے لیے ضروری اقدامات نہیں کر سکتی۔ لہٰذا استوار آئین، ارتقا اور تبدیلی کی صلاحیت سے عاری ہونے کے باعث ہمیشہ جامد اور رجعت پسند ہوتا ہے۔

3- علیحدگی کا خطرہ

وفاق میں شامل اکائیاں چونکہ بعض معاملات میں خود مختار ہوتی ہیں، اس لیے اکائیوں کے درمیان تنازعات اور اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض ناگزیر حالات میں وفاق کے ٹوٹ جانے اور ریاستوں کی علیحدگی کا خطرہ رہتا ہے۔

4- غیر معمولی اخراجات

وفاقی نظام میں حکومت کے اخراجات اول سے آخر تک دوہرے ہوتے ہیں کیوں کہ اس نظام میں حکومتوں کا ڈھانچا دوہرا ہوتا ہے۔ مثال کے طور امریکا اگر ایک وحدانی ملک ہوتا اسے صرف ایک قانون ساز اسمبلی کا خرچ برداشت کرنا پڑے لیکن چونکہ امریکا پچاس اکائیوں

پر مشتمل ایک وفاقی مملکت ہے، اس لیے امریکی عوام کو پچاس علاقائی قانون ساز اداروں کا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ عدلیہ اور انتظامیہ کا خرچ بھی اس نسبت سے بڑھ جاتا ہے۔ مزید برآں عوام کو بھی دوہرے ٹیکس ادا کرنا پڑتے ہیں۔

5- کمزور حکومت

وفاقی طرزِ حکومت میں تقسیم اختیارات کی وجہ سے مرکزی حکومت کے اختیارات محدود ہوتے ہیں، اس لیے حکومت اندرونی طور پر کوئی ٹھوس پالیسی اختیار نہیں کر سکتی۔ بعض اوقات مختلف اکائیوں میں ایک ہی موضوع پر متضاد قوانین پائے جاتے ہیں۔ بیرونی معاملات میں بھی وفاقی حکومت کوئی مضبوط پالیسی اختیار نہیں کر سکتی۔

6- تضاد اور انتشار

وفاقی طرزِ حکومت میں متضاد قسم کے نعرے بلند ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں ایک طرف تو مضبوط مرکز کا نعرہ بلند ہوتا ہے اور دوسری طرف وفاقی اکائیوں یا یونٹوں کے حقوق اور خودمختاری کا نعرہ لگتا ہے۔ یہ تضاد اور انتشار وفاقی ریاستوں میں کئی دفعہ بڑھ جاتا ہے۔ یوں ملک میں اتحاد کی بجائے نفاق کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

7- عدلیہ کے وسیع اختیارات

وفاقی حکومت میں عدلیہ کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ مرکزی یا اکائی حکومت کے بنے ہوئے کسی قانون کو غیر آئینی قرار دے سکتی ہے، اس لیے مجلسِ قانون ساز خواہ وہ مرکزی ہو یا اکائیوں کی، قانون سازی کے معاملہ میں اکثر محتاط رہتی ہے۔ مقننہ کے منظور کردہ کسی قانون کو بھی عدلیہ آئین کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

نیم وفاق (Confederation)

نیم وفاق چند آزاد اور خودمختار ریاستوں کا عارضی اتحاد ہوتا ہے۔ اس اتحاد کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مشترک مسائل کو مختلف ممالک مل کر حل کر لیں۔

i- اوپن ہائم

بقول اوپن ہائم: ''نیم وفاق چند آزاد ریاستوں پر مشتمل ہوتا ہے جو اپنی داخلی اور خارجی آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے ایک معاہدے کی رو سے ایک اتحاد قائم کرتی ہیں، جن کی اپنی تنظیم ہوتی ہے، جن کا تعلق شہریوں کی بجائے رکن ریاستوں سے ہوتا ہے۔''

ii- بلنشلی

''نیم وفاق ایک حقیقی ریاست کی بجائے کئی آزاد ریاستوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔''

وفاق اور نیم وفاق میں مشابہت

وفاقی اور نیم وفاقی نظام میں دو باتوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

☆ ان دونوں میں کچھ آزاد ریاستیں اتحاد قائم کرتی ہیں۔

☆ ایک مرکزی ادارہ یا تنظیم تشکیل دیتی ہیں۔

وفاق اور نیم وفاق میں فرق

1- نیم وفاق آزاد اور خودمختار ریاستوں کا ایسا مجموعہ ہوتا ہے، جس میں ریاستیں اپنے اقتدارِ اعلیٰ سے محروم نہیں ہوتیں، جب کہ وفاق

میں شامل ہونے والی اکائیوں کی اپنی انفرادی ریاستی حیثیت ختم ہو جاتی ہے اور ایک نئی ریاست کو جنم دیتی ہیں، جس کے پاس اقتدارِ اعلیٰ ہوتا ہے۔

2- وفاق مستقل نوعیت کا اتحاد ہے۔ اس میں شامل اکائیوں کو علیحدگی اختیار کرنے کا قانونی حق نہیں ہوتا مگر نیم وفاقی اتحاد بالکل عارضی اور مخصوص عرصہ کے لیے ہوتا ہے۔ نیم وفاق میں شامل ریاستیں جب چاہیں اس اتحاد کو خیر باد کہہ سکتی ہیں۔

3- وفاق میں مرکزی حکومت کا تعلق براہِ راست ملک کے تمام شہریوں سے ہوتا ہے، جب کہ نیم وفاق میں مشترکہ تنظیم یا حکومت صرف ریاستوں کی حکومت سے واسطہ رکھتی ہے۔ اس کا تعلق شہریوں سے نہیں ہوتا۔

4- وفاق میں شامل اکائیوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو اسے خانہ جنگی تصور کیا جاتا ہے۔ اگر نیم وفاق میں شامل ریاستوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو اسے بین الاقوامی جنگ کہتے ہیں کیوں کہ وہ آزاد اور خودمختار ممالک کے درمیان ہو رہی ہوتی ہے۔

5- وفاق کی مرکزی حکومت آئین کے تحت قوانین وضع کرتی ہے، جب کہ نیم وفاق میں مشترکہ حکومت کے پاس قانون وضع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔

6- وفاق میں شامل تمام ریاستوں کو بین الاقوامی قانون کی رُو سے ایک ہی ریاست تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس میں شامل اکائیاں کسی بین الاقوامی تنظیم کی رکن نہیں بن سکتیں۔

7- مرکزی اور اکائی وفاق میں آزاد، برتر اور بااختیار عدلیہ کا وجود ناگزیر ہے، تاکہ آئین کی پوری حفاظت ہو سکے۔ مرکزی اور اکائی حکومتوں کے مابین تنازعات کا فیصلہ ہو سکے مگر نیم وفاق میں کسی ایسی عدلیہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

8- وفاق میں شامل تمام اکائیوں میں بسنے والے افراد ایک قوم کہلاتے ہیں، جب کہ نیم وفاق میں شامل ریاستوں کے باشندے اپنی اپنی قومیت برقرار رکھتے ہیں۔

پارلیمانی طرزِ حکومت

(Parliamentary Form of Government)

پارلیمانی طرزِ حکومت کو وزارتی یا ذمہ دار حکومت بھی کہتے ہیں۔ اس طرزِ حکومت میں پارلیمنٹ مقتدرِ اعلیٰ ہوتی ہے۔ مقننہ میں زیادہ نشستیں حاصل کرنے والی پارٹی کے لیڈر کو وزارتِ عظمیٰ پیش کی جاتی ہے۔ چونکہ مجموعی طور پر کابینہ اور وزیرِ اعظم مقننہ کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں، اس لیے اسے ذمہ دار حکومت بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرزِ حکومت میں سربراہِ مملکت کو محض رسمی اور برائے نام قسم کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ انتظامیہ کے حقیقی اختیارات کابینہ کے پاس ہوتے ہیں، جس کا سربراہ وزیرِ اعظم ہوتا ہے۔ پارلیمانی نظام کی بہترین مثالیں پاکستان، بھارت اور برطانیہ کی حکومتیں ہیں۔

پارلیمانی طرزِ حکومت کی خوبیاں

(Merits of Parliamentary Form of Government)

1- ہم آہنگی

پارلیمانی طرزِ حکومت میں انتظامیہ اور مقننہ میں مکمل ہم آہنگی، تعاون اور اشتراک پایا جاتا ہے۔ وزیرِ اعظم اور اس کے تمام وزرا مقننہ کے بھی ارکان ہوتے ہیں۔ ان کی دوہری ذمہ داری ہوتی ہے۔ وہ قانون سازی میں شرکت کے علاوہ انتظامی فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔

ان کے اس دوہرے تعلق کی وجہ سے مقننہ اور انتظامیہ میں ہم آہنگی اور تعاون پایا جاتا ہے۔

2- ذمہ دار حکومت

پارلیمانی طرزِ حکومت ایک ذمہ دار طرزِ حکومت ہوتی ہے۔ وزرا اور وزیر اعظم انفرادی اور اجتماعی طور پر مقننہ کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں، اس لیے رائے عامہ کو نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ مقننہ ان کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار کر کے انھیں اقتدار سے محروم کر سکتی ہے۔

3- لچکدار نظام

پارلیمانی نظام میں لچک پائی جاتی ہے، اس لیے آسانی کے ساتھ حالات کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ جنگ، بحران یا دوسرے ہنگامی حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بھی حکومت میں فوری طور پر تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

4- قابل وزیر اعظم

پارلیمانی نظام کے تحت تجربہ کار اور قابل افراد وزارتِ عظمیٰ تک پہنچتے ہیں۔ عام طور پر صرف وہی آدمی وزیر اعظم بن سکتا ہے جو اکثریتی پارٹی کا قائد ہو۔ اس طرزِ حکومت کے تحت برطانیہ میں چرچل، لائیڈ جارج اور گلیڈسٹون جیسے بڑے لیڈر وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہے۔

5- مؤثر انتظامی پالیسی

پارلیمانی طرزِ حکومت میں وزیر اعظم جو کچھ بھی کرتا ہے، پورے اعتماد سے کرتا ہے۔ مقننہ، کابینہ اور سربراہِ ریاست اس کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے اس کی انتظامی پالیسی اور حکومت زیادہ مستحکم ہوتی ہے۔

6- سیاسی تربیت

دوسری طرز ہائے حکومت کی نسبت اس میں لوگوں کی سیاسی تربیت زیادہ بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے۔ اس نظام میں سیاسی عمل انتخابات کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ سیاسی پارٹیاں ہر وقت سرگرمِ عمل رہتی ہیں اور عوام کو سیاسی، اقتصادی، سماجی اور بین الاقوامی حالات سے آگاہ کرتی رہتی ہیں۔ مقننہ میں بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سیاسی جماعتیں عوام کے مسائل پارلیمنٹ میں پیش کرتی ہیں۔ اس طرح عوام کی سیاسی تربیت ہوتی ہے۔

7- حزبِ مخالف کا کردار

پارلیمانی طرزِ حکومت میں حزبِ مخالف اہم کردار ادا کرتی ہے اور متبادل قیادت مہیا کرتی ہے۔ اس لیے اس کو شیڈو کیبنٹ (Shadow Cabinet) بھی کہتے ہیں۔ حزبِ مخالف کو برطانوی سیاست میں اتنی زیادہ اہمیت حاصل ہے کہ جارج برنارڈ شاہ کو کہنا پڑا کہ "برطانیہ کا وزیر اعظم اپنی بیوی سے زیادہ حزبِ مخالف کے لیڈر سے متعلق معلومات رکھتا ہے۔" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت کس حد تک حزبِ اختلاف کی رائے کا خیال رکھتی ہے۔

پارلیمانی طرزِ حکومت کی خامیاں

(Demerits of Parliamentary Form of Government)

1- غیر مستحکم

پارلیمانی طرزِ حکومت کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں انتظامیہ مستحکم نہیں ہوتی۔ حکومت کسی وقت بھی ٹوٹ سکتی ہے۔ حکومت

اس وقت تک برسراقتدار رہتی ہے، جب تک اسے مقننہ کا اعتماد حاصل ہو۔ بعض اوقات مقننہ میں کسی سیاسی جماعت کو بھی واضح اکثریت حاصل نہیں ہوتی۔ مخلوط حکومت بننے کے سبب ہر وقت حکومت کے ٹوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔

2- کمزور انتظامیہ

پارلیمانی نظام کا بنیادی اصول مقننہ کی برتری اور بالادستی ہے۔ اس نظام میں صدارتی نظام کے برعکس انتظامیہ، مقننہ کے اثر سے آزاد نہیں ہوتی، ہر معاملے میں مقننہ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ انتظامیہ، مقننہ کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔

3- غیر مسلسل پالیسی

اس نظام میں حکومت کا مستقبل ہمیشہ غیر یقینی ہوتا ہے۔ حکومت مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم نہیں ہوتی۔ لہٰذا کوئی حکومت مشکل سے ہی طویل میعاد پالیسیوں پر عمل پیرا ہو سکتی ہے۔

4- سازشیں

پارلیمانی نظام میں مقننہ سیاسی سازشوں اور جوڑ توڑ کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ ہر جماعت دوسری جماعت کو شکست دینے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتی رہتی ہے۔

5- ہنگامی حالات میں غیر مؤثر

پارلیمانی طرزِ حکومت، بحران، جنگ اور ہنگامی حالات میں غیر مؤثر ہو سکتی ہے کیوں کہ اس نظام میں فیصلے کرنے کا عمل انتہائی سست رفتار ہوتا ہے۔ حالات کتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں وزیرِاعظم اپنی کابینہ سے مشورہ کیے بغیر کوئی اہم قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اسے مقننہ کو بھی اعتماد میں لینا پڑتا ہے۔ یہ تاخیر ملکی سلامتی کے لیے خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔

6- کابینہ کی مطلق العنانی

پارلیمانی طرزِ حکومت میں سیاسی اقتدار اکثریتی جماعت کی اجارہ داری بن جاتا ہے۔ جب تک اس کی مقننہ میں اکثریت قائم ہوتی ہے، وہ آمرانہ اختیارات استعمال کرتی ہے۔ وہ بیک وقت انتظامیہ اور مقننہ کو کنٹرول کرنے کی حیثیت میں ہوتی ہے۔ ان دو اہم شعبوں پر مکمل کنٹرول حاصل ہو جانے کی وجہ سے کابینہ اپنی آمریت قائم کر لیتی ہے۔

7- انتظامی اُمور سے بے توجہی

اس طرزِ حکومت میں وزرا کو اپنے انتظامی فرائض کے علاوہ پارلیمانی فرائض بھی سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ وزرا کی مقننہ میں شمولیت ان کے انتظامی امور میں حائل ہوتی ہے۔

8- نااہل افراد کا تقرر

پارلیمانی نظام میں وزیرِاعظم کو کابینہ میں صرف ایسے افراد شامل کرنے پڑتے ہیں جو نہ صرف مقننہ کے ممبر ہوں بلکہ اس کی اپنی جماعت کے بھی اہم رکن ہوں۔ وزرا کا تقرر کرتے وقت متعلقہ شعبے سے متعلق ان کی اہلیت کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اہلیت کی بجائے جماعت سے وفاداری، سیاسی سودے بازی، جماعتی سیاست میں فرد کی حیثیت اور مقام وغیرہ کو زیادہ دخل حاصل ہوتا ہے۔

صدارتی طرزِ حکومت (Presidential Form of Government)

صدارتی طرزِ حکومت میں انتظامیہ کے حقیقی اختیارات ایک منتخب صدر کو حاصل ہوتے ہیں جس کے عہدے کی میعاد مقننہ کی مرضی پر

نہیں ہوتی بلکہ آئین کی رُو سے مقرر ہوتی ہے۔ صدر نہ صرف ریاست کا سربراہ ہوتا ہے بلکہ انتظامیہ کا بھی قائد ہوتا ہے۔ وہ مقننہ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ صدر اور اس کے وزرا مقننہ کے رکن نہیں ہوتے۔ امریکا میں صداراتی طرزِ حکومت رائج ہے۔

صدارتی طرزِ حکومت کی خوبیاں (Merits of Presidential Form of Government)

1- پائیدار حکومت

صدارتی طرزِ حکومت کی بنیادی خوبی اس کی پائیداری ہے۔ اس نظام میں صدر کے عہدہ کی میعاد مقرر ہوتی ہے۔ لہٰذا حکومت حزبِ اختلاف کی مخالفت اور تنقید کی پروا کیے بغیر اپنی مدت پوری کر سکتی ہے اور طویل المیعاد ترقیاتی منصوبے بھی شروع کر سکتی ہے۔

2- پالیسی میں تسلسل

اس طرزِ حکومت میں انتظامیہ مستحکم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی پالیسی میں تسلسل پایا جاتا ہے۔

3- ہنگامی حالات میں مؤثر

صدارتی نظام ہنگامی حالات میں زیادہ مؤثر اور فعال ثابت ہوتا ہے کیوں کہ اختیارات کا سرچشمہ صدر ہوتا ہے۔ صدر اپنے وزیروں سے مشورہ کرنے کا پابند نہیں ہوتا۔ وقت کی نزاکت کا احساس کر کے فوراً ہی کوئی فیصلہ کر کے ملک کو بحران سے نکال سکتا ہے اور انقلابی اجتماعی ترقی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

4- اہل افراد کا تقرر

صدارتی نظام میں صدر وزرا کے انتخاب میں مکمل طور پر آزاد ہوتا ہے۔ صدر اپنی مرضی سے لائق افراد کو ہی وزارت دے سکتا ہے۔

5- ذمہ داری

صدارتی طرزِ حکومت میں انتظامیہ کے تمام اختیارات فردِ واحد یعنی صدر کی ذات میں مرتکز ہوتے ہیں، اس لیے تمام انتظامی معاملات میں وہ انفرادی حیثیت سے ذمہ دار ہوتا ہے۔

6- پارٹی بازی کی کمی

صدارتی طرزِ حکومت میں پارٹی بازی کی شدت نہیں ہوتی کیوں کہ صدر ایک بار منتخب ہونے کے بعد برسرِ اقتدار رہنے کے لیے پارٹی کی حمایت کا محتاج نہیں رہتا۔ صدر کے عہدے کی میعاد مقرر ہوتی ہے۔ اسے عدم اعتماد کے ذریعے برطرف نہیں کیا جا سکتا۔

7- انتظامی امور میں بہتری

اس طرزِ حکومت میں کابینہ کے وزرا پوری تندہی اور توجہ سے اپنے محکمے کے انتظامی امور کو انجام دیتے ہیں۔ اس طرح انتظامی امور میں بہتری آتی ہے۔

صدارتی نظام کی خامیاں

(Demerits of Presidential Form of Government)

1- مقننہ اور عاملہ کی علیحدگی

صدارتی طرزِ حکومت علیحدگی اختیارات کے اصول پر کام کرتی ہے۔ انتظامیہ اور مقننہ کے درمیان ہم آہنگی موجود نہیں ہوتی بلکہ اکثر

اوقات ان میں تصادم کا خطرہ رہتا ہے۔ اگر مقننہ میں صدر کی پارٹی کو اکثریت حاصل نہ ہو تو صورت حال اور بدتر ہو جاتی ہے اور حکومت کی سرگرمیاں صحیح طور پر جاری نہیں رہ سکتیں۔

2- غیر لچک دار حکومت

اس طرزِ حکومت کی ایک خامی یہ ہے کہ یہ غیر لچکدار ہوتی ہے۔ صدر کے عہدے کی میعاد مقرر ہوتی ہے۔ موت یا مواخذہ کے سوا صدر کو مقررہ میعاد سے پہلے نہیں ہٹایا جا سکتا۔ لہٰذا صدر کتنا ہی عوامی مفاد کو نظر انداز کر کے اپنے اختیارات کو استعمال کر رہا ہو، لوگ اسے برطرف نہیں کر سکتے۔

3- جواب دہی کی کمی

صدارتی طرزِ حکومت میں انتظامیہ، مقننہ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتی، اس لیے صدر میں آمرانہ رجحانات پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ ملک کے لیے نقصان کا باعث ہو سکتے ہیں۔

4- قانون سازی میں راہنمائی کا فقدان

اس نظام میں مقننہ، انتظامیہ کی راہنمائی سے محروم ہوتی ہے کیوں کہ صدر اور اس کے وزرا مقننہ کے رکن نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کے اجلاسوں میں شرکت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا صدر اور صدارتی کابینہ کے وزرا مقننہ میں کوئی مسودہ قانون پیش نہیں کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مقننہ، انتظامیہ کی حقیقی ضروریات کے مطابق قوانین وضع نہیں کر پاتی۔

5- سیاسی رشوت

اس نظام حکومت میں صدر کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ صدر انتخابات کے وقت لوگوں کو اہم عہدوں کا لالچ دیتا ہے۔ اس طرح سیاسی رشوت سے قابل ترین افراد کی بجائے نااہل افراد کو ملک کے اعلیٰ عہدوں پر فائز کر دیا جاتا ہے۔ اس سے قوم کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

6- غیر لچکدار آئین

صدارتی طرزِ حکومت میں آئین عموماً غیر لچکدار ہوتا ہے۔ اس میں ترمیم کا طریقہ بڑا مشکل اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ آئین میں حالات اور ضروریات کے مطابق آسانی سے ترمیم نہیں کی جا سکتی۔

حکومت کے شعبے

(Organs of Government)

حکومت کی تنظیم تین شعبوں مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

مقننہ کی تنظیم (Organization of the Legislature)

مقننہ ایک یا دو ایوانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر مقننہ کا صرف ایک ایوان ہو تو اس تنظیم کو ایک ایوانی مقننہ (Unicameral) کہتے ہیں۔ جب مقننہ دو ایوانوں پر مشتمل ہو تو اسے دو ایوانی (Bicameral) کہتے ہیں۔ دو ایوانی نظام کے ایک ایوان کو ایوان زیریں (Lower House) اور دوسرے ایوان کو ایوان بالا (Upper House) کہا جاتا ہے۔ جدید دور میں اکثر ممالک میں دو ایوانی مقننہ کا رواج ہے۔ ایوان زیریں عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایوان بالا کی ساخت اور تنظیم ہر ملک میں مختلف ہے۔ ایوان بالا عموماً مخصوص

مفادات کا نمائندہ ہوتا ہے۔ وفاقی ریاست میں وفاقی اکائیوں کو ایوان بالا میں مساوی نمائندگی حاصل ہوتی ہے۔

مقننہ کے فرائض (Functions of the Legislature)

مقننہ کے اہم فرائض درج ذیل ہیں:

1- قانون سازی (Legislation)

مقننہ کا سب سے اہم اور اولین فرض قانون سازی ہے۔ مقننہ نہ صرف نئے قوانین بناتی ہے بلکہ پرانے قوانین میں بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق ردوبدل بھی کرتی ہے۔ ایسے قوانین کو منسوخ کر دیتی ہے جو جدید تقاضوں کو پورا نہ کریں۔ مقننہ ملک کی سلامتی اور لوگوں کی فلاح کے لیے تمام تجاویز پر غور کرنے کے بعد قانون وضع کرتی ہے۔

2- آئین میں ترمیم (Amendment in the Constitution)

مقننہ کو آئین میں ترمیم کرنے کا اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔ جن ممالک کے آئین لچکدار ہیں، وہاں مقننہ آسانی سے ترمیم کر سکتی ہے۔ جن ممالک کے آئین غیر لچکدار ہیں، وہاں ترمیم کا طریقہ بھی خاصا مشکل اور پیچیدہ ہوتا ہے۔ آئین میں ترمیم کا طریقہ کار آئین میں درج ہوتا ہے۔ برطانیہ کا آئین لچکدار ہے جب کہ امریکا کا آئین غیر لچکدار ہے۔

3- مالیاتی فرائض (Financial Functions)

جمہوری ممالک میں ملکی مالیات پر مقننہ کو مکمل کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ ہر سال انتظامیہ بجٹ کی تجاویز تیار کر کے مقننہ کے سامنے پیش کرتی ہے۔ اس کی منظوری مقننہ دیتی ہے اور انتظامیہ اس کے مطابق حکومت کا کاروبار چلاتی ہے۔ پارلیمانی طرزِ حکومت میں مقننہ میں بجٹ کی نامنظوری کو حکومت کے خلاف عدمِ اعتماد سمجھا جاتا ہے۔

4- انتظامی فرائض (Administrative Functions)

مقننہ کے انتظامی فرائض مختلف ممالک میں مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً برطانیہ میں مقننہ، انتظامیہ کے سربراہ یعنی وزیر اعظم کا انتخاب کرتی ہے۔ امریکا میں اعلیٰ وفاقی عہدوں پر تقرریاں صدر کرتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقننہ سے منظوری حاصل کرے۔ جمہوری نظام حکومت میں مقننہ، انتظامیہ کی نگرانی کرتی ہے۔

5- انتخابی فرائض (Elective Functions)

بعض ممالک میں مقننہ اعلیٰ سیاسی عہدیداروں کو بھی منتخب کرتی ہے۔ بھارت اور پاکستان میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوان، صوبائی اسمبلیوں کے ساتھ مل کر صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ بعض ممالک میں ججوں کے انتخاب کے اختیارات بھی مقننہ کو حاصل ہوتے ہیں۔

6- عدالتی فرائض (Judicial Functions)

عام طور پر ہر ملک میں مقننہ کو کچھ عدالتی اختیارات دیے جاتے ہیں مثلاً برطانیہ میں دارالامرا ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے۔ امریکا میں مقننہ کو صدر، نائب صدر اور سپریم کورٹ کے ججوں کو مواخذہ کی کارروائی کے ذریعے مقدمہ چلا کر برطرف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ پاکستان میں صدر کو شدید بدعنوانی یا آئین کی خلاف ورزی پر برطرف کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

7- امور خارجہ کے متعلق فرائض (Funtions Regarding Foreign Affairs)

بعض ممالک میں مقننہ خارجہ امور کے متعلق بھی اہم فرائض انجام دیتی ہے مثلاً امریکا میں سینٹ (Senate) دوسرے ممالک سے

یے جانے والے معاہدات کی منظوری دیتی ہے۔ امریکی صدر کانگریس کی منظوری کے بغیر نہ تو کسی ملک کے خلاف اعلانِ جنگ کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے ملک میں امریکی فوج بھیج سکتا ہے۔

8- عوامی شکایات کا ازالہ (Ventilation of Grievances)

مقننہ چونکہ عوام کے منتخب نمائندوں کا ادارہ ہوتا ہے، اس لیے یہ عوامی شکایات دور کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ مقننہ کے ارکان اپنے علاقوں کے عوام کی شکایات حکومت کے علم میں لاتے ہیں اور حکومت عوام کی شکایات کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

انتظامیہ (Executive)

حکومت کا دوسرا شعبہ انتظامیہ یا عاملہ کہلاتا ہے۔ اس شعبہ کا بنیادی کام قوانین کا نفاذ اور ان پر عمل درآمد ہے۔ حکومت کے کاروبار کو چلانے کی ذمہ داری انتظامیہ کے سپرد ہوتی ہے۔ یہ شعبہ مختلف محکموں کے ذریعے ملک میں امن و امان، عدل و انصاف، معاشرتی تحفظ (سوشل سیکیورٹی) اور اجتماعی ترقی کے نظام کو قائم رکھتا ہے۔

انتظامیہ کی اقسام (Kinds of Executive)

انتظامیہ کی اقسام درج ذیل ہیں۔

1- برائے نام انتظامیہ (Titular Executive)

برائے نام انتظامیہ کی سب سے بڑی مثال برطانیہ ہے۔ برطانیہ میں تمام امورِ سلطنت بادشاہ کے نام سے چلائے جاتے ہیں، مگر عملاً اس کے اختیارات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ پارلیمانی نظام رکھنے والے ممالک مثلاً بھارت اور پاکستان وغیرہ میں صدر کو برائے نام انتظامیہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

2- حقیقی انتظامیہ (Real Executive)

پارلیمانی نظام میں حقیقی انتظامیہ وزیر اعظم اور اس کی کابینہ ہوتی ہے۔

3- صدارتی انتظامیہ (Presidential Executive)

صدارتی انتظامیہ میں انتظامیہ کے حقیقی اختیارات صدر کو حاصل ہوتے ہیں۔

4- واحد انتظامیہ (Single Executive)

واحد انتظامیہ میں انتظامیہ کے تمام اختیارات فردِ واحد آمر کو حاصل ہوتے ہیں۔

5- تکثیری انتظامیہ (Plural Executive)

تکثیری انتظامیہ میں اعلیٰ انتظامی اختیارات بیک وقت دو یا دو سے زیادہ افراد کے پاس ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر سوئٹزرلینڈ میں انتظامی اختیارات سات ارکان پر مشتمل ایک وفاقی کونسل کو حاصل ہیں۔

انتظامیہ کے فرائض (Functions of the Executive)

انتظامیہ کے اہم فرائض درج ذیل ہیں:

1- نظم و نسق (Administration)

انتظامیہ کا اولین فرض ملک میں اندرونی امن و امان قائم رکھنا اور بیرونی دفاع ہے۔ ملک میں امن و امان قائم رکھنے کی زیادہ تر

ذمہ داری انتظامیہ کے محکمہ داخلہ (Home Department) کے سپرد ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں پولیس اہم کردار ادا کرتی ہے۔

-2 قانون کا نفاذ (Enforcement of Law)

انتظامیہ کی ایک اہم ذمہ داری ہے کہ وہ مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کرے۔

-3 قانون سازی (Legislation)

اگرچہ قانون سازی مقننہ کی ذمہ داری ہے، تاہم ہر ملک کی انتظامیہ بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر قانون سازی کے معاملات میں موثر کردار ادا کرتی ہے مثلاً انتظامیہ کا سربراہ آرڈیننس (Ordinance) جاری کر سکتا ہے، جو قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔

-4 ملک کا دفاع (Defence of State)

انتظامیہ کا ایک بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ ریاست کی علاقائی سالمیت کو برقرار رکھے اور ملک کو بیرونی حملے سے بچائے۔ یہ ذمہ داری محکمہ دفاع کے سپرد ہوتی ہے۔

-5 امور خارجہ (Foreign Affairs)

حکومت کا جو شعبہ خارجہ امور کو سرانجام دیتا ہے، اسے محکمہ خارجہ کہتے ہیں۔ دوسرے ممالک کے ساتھ دوستی اور امن کے تعلقات قائم کرنا، اپنے سفارتی نمائندوں کی تقرری کرنا، دوسرے ممالک کے سفارتی نمائندوں کی اپنے ملک میں تقرری کی منظوری دینا، بیرونی ممالک سے مختلف معاہدے کرنا اور دوسرے ممالک کو تسلیم کرنے کے فرائض انتظامیہ ہی سرانجام دیتی ہے۔

-6 مالیاتی اختیارات (Financial Powers)

محکمہ مالیات، انتظامیہ کا ایک اہم محکمہ ہے جو مالیاتی امور کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ محکمہ ہر سال ملک کا بجٹ (Budget) تیار کرتا ہے اور اس کی مقننہ سے منظوری حاصل کرتا ہے۔

-7 عدالتی (Judicial)

دنیا کے ہر ملک کی انتظامیہ کے سربراہ کو سزا معاف کرنے یا اس میں کمی کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ انتظامیہ کا ایک اہم فرض یہ ہے کہ وہ عدالتوں کے فیصلوں پر عمل درآمد کرائے۔ بعض ممالک میں ججوں کا تقرر بھی انتظامیہ کرتی ہے۔

عدلیہ (Judiciary)

عدلیہ حکومت کا تیسرا اہم شعبہ ہے۔ ایک مہذب اور جمہوری ملک میں عدلیہ آزاد اور خودمختار ہوتی ہے۔ اس پر مقننہ یا انتظامیہ کا کوئی دباؤ نہیں ہوتا۔ عدالتوں کی بہت سی اقسام اور درجے ہوتے ہیں مثلاً پاکستان میں ضلع کی سطح پر دیوانی اور فوجداری عدالتیں، صوبے کی سطح پر ہائی کورٹ اور وفاقی سطح پر سپریم کورٹ کی اعلیٰ عدالت قائم ہے۔

عدلیہ کے فرائض (Functions of the Judiciary)

عدلیہ کے اہم فرائض درج ذیل ہیں:

-1 نظامِ عدل کا قیام (Establishment of Judicial System)

عدلیہ کا سب سے اہم اور بنیادی فریضہ نظامِ عدل کا قیام، مقدمات کی سماعت اور ان کا فیصلہ کرنا ہے۔ عدلیہ قانون کے مطابق مجرموں

کو سزائیں دیتی ہے۔اس سے مظلوموں کو انصاف ملتا ہے۔گویا کہ عدلیہ کا فرض آئین اور قانون کے مطابق عدل و انصاف کرنا ہے۔

-2 اپیلوں کی سماعت (To Hear Appeals)

تمام بڑی عدالتیں ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت بھی کرتی ہیں۔

-3 قانون کی تشریح (Interpretation of Law)

بعض اوقات عدالتوں کے سامنے ایسے مقدمات پیش کیے جاتے ہیں، جن میں قانون غیر واضح ہوتا ہے۔ایسی صورت میں عدالتیں قانون کی تشریح کے ذریعے عدل و انصاف قائم کرتی ہیں۔اس طرح عدلیہ نہ صرف قانون میں نظیر قائم کرتی ہے بلکہ نئے قانون بھی وضع کرتی ہے جس کو ''جج ساختہ قوانین (Judge made Laws)'' کہا جاتا ہے۔

-4 عدالتی نظر ثانی (Judicial Review)

عدلیہ ملک کے آئین کے محافظ کا کردار بھی ادا کرتی ہے۔ملک کی سب سے اعلیٰ عدالت کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ ایسے قوانین کو غیر آئینی اور کالعدم قرار دے جو آئین کی دفعات کے منافی ہوں۔اسے عدالتی نظر ثانی کہا جاتا ہے۔

-5 جائیداد کی نگرانی (Supervision of Property)

نابالغ کی جائیداد یا بعض اوقات جائیداد کے مقدمات کئی سالوں تک چلتے رہتے ہیں اور جائیداد کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ایسی صورت میں مقدمے کے فیصلے تک جائیداد کی نگرانی عدلیہ اپنے ذمہ لے لیتی ہے۔

-6 ماتحت عدالتوں کی نگرانی (Supervision of Lower Courts)

اعلیٰ عدالتیں، ماتحت عدالتوں کے کام کی نگرانی کرتی ہیں۔اس کے لیے وہ اپنے ماتحت عملے کا تقرر بھی کرتی ہیں۔

-7 مشاورتی فرائض (Advisory Functions)

بعض اوقات حکومت ملک کی اعلیٰ عدالت سے کسی معاملہ پر قانونی مشورہ بھی لیتی ہے۔اس کی حیثیت محض مشورے کی ہوتی ہے، فیصلے کی نہیں۔حکومت کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ مشورہ پر ضرور عمل کیا جائے۔

-8 بنیادی حقوق کا تحفظ (Protection of Fundamental Rights)

جمہوری ممالک میں شہریوں کے حقوق اور آزادی کا تحفظ عدلیہ کرتی ہے۔اگر شہریوں کے بنیادی حقوق مجروح ہو رہے ہوں تو وہ عدلیہ سے رجوع کر کے انصاف طلب کر سکتے ہیں۔عدلیہ پروانوں اور امتناعات (Writs and Injunctions) کا اجرا کرتی ہے مثلاً عدالتیں پروانہ حبس بے جا جاری کر کے کسی شخص کی غیر قانونی حراست کو ختم کر سکتی ہے۔

-9 دیگر فرائض (Miscellaneous Responsibilities)

کئی دفعہ عدلیہ کو بے شمار ایسے امور انجام دینے پڑتے ہیں جو عدالتی نوعیت کے نہیں ہوتے مثلاً بعض اشیا کے لائسنس جاری کرنا، غیر ملکی شہری کو حقوق شہریت عطا کرنا، مقروض اور دیوالیہ ہو جانے والوں سے وصولی کا بندوبست کرنا، وصیتوں کا نفاذ اور اجرا کرنا اور چھوٹے یتیم بچوں کی سرپرستی کرنا وغیرہ۔

حکومت کا اسلامی تصور

(Islamic Concept of Government)

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے، اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے لیے پوری راہنمائی موجود ہے۔ حکومت کا اسلامی تصور، حکمرانی کے عام تصور سے مختلف ہے۔ روئے زمین کا تمام تر حسن اس اجتماعی نظام کی بدولت ہے جو اسلام نے ہمیں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب بنا کر دنیا میں بھیجا تا کہ وہ قرآن وسنت کی متعین کردہ حدود و قیود میں رہتے ہوئے امورِ سلطنت انجام دے۔ حکومت کے اسلامی تصور کی درج ذیل خصوصیات ہیں:

1- اقتدارِ اعلیٰ کی نوعیت (Nature of Soverignty)

اسلام افراد کی حاکمیت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور پیش کرتا ہے اور اس کا عملی نفاذ سیاسی نظام کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ برتر قوت ہے، جسے قانون سازی کے جملہ اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے اختیارات کو نہ تقسیم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا اس کے اختیارات میں شریک ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ردوبدل نہیں ہوسکتا۔ وہ اٹل اور ابدی ہیں، البتہ علماء اور فقہا اجماع کے ذریعے سے اسلامی قوانین کی تشریح کر سکتے ہیں۔ قرآن اور سنت سے واضح ہدایت کسی مسئلہ پر نہ ملنے کی صورت میں اجتہاد کے ذریعہ نئے اصول وضع کر سکتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ جب اجماع قرار پا جائے تو امت میں سے کسی کو اس فیصلے سے نکلنے کا حق نہیں۔

2- خلافت (Caliphate)

حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد اس اسلامی مرکزیت کو برقرار رکھنے کے لیے آپ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کے جانشین مقرر کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اسے خلافت کہتے ہیں۔ خلافت میں سربراہِ مملکت کو خلیفہ کہا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست میں خلیفہ، اللہ تعالیٰ کے احکام کو حدود و قیود میں رہتے ہوئے امورِ سلطنت چلانے کا پابند ہے۔ ابن خلدون کے نزدیک عوام کو خلیفہ کے انتخاب کا حق نہیں۔ ان کے خیال میں خلیفہ کا انتخاب متقی لوگوں کا حق اور ذمہ داری ہے۔ خلیفہ کے انتخاب کا معیار اس کی سستی شہرت نہیں بلکہ ذہانت، جرأت، دیانت اور پاکیزگی ہے۔

3- احتساب/ جواب دہی (Accountability)

خلیفہ کو کسی بھی صورت میں قانون سے برتری حاصل نہیں۔ خلیفہ اپنی ذمہ داریوں کے لیے بیک وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے جواب دہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبے میں فرمایا: ''لوگو! جب تک میں اللہ اور اس کے رسول خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو۔ اگر مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو، جس سے اللہ اور اس کے رسول خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔'' گویا یہ اصول بیان کر دیا گیا کہ سربراہِ ریاست لامحدود اختیارات کا مالک نہیں بلکہ لوگ اس سے جواب طلبی کر سکتے ہیں۔

4- مجلسِ شوریٰ (Body of Shura)

اسلامی طرزِ حکومت میں شورائی نظام کو اہمیت حاصل ہے۔ خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ کاروبارِ حکومت کو چلانے کے لیے مجلسِ شوریٰ سے مشورہ کرے۔ مجلسِ شوریٰ میں انتہائی قابلِ اعتبار افراد ہوتے ہیں۔ یہ نیک، متقی اور صائب الرائے افراد پر مشتمل ہوتی ہے۔ مجلسِ شوریٰ

ممتاز قانون دانوں، علماء اور انتظامیہ کے بڑے بڑے عہدیداروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ انتظامی امور میں ہی یہ مشورہ نہیں دیتی بلکہ ضرورت کے مطابق قرآن وسنت کی حدود میں قانون سازی کے جملہ فرائض بھی انجام دیتی ہے۔ اسلام نے مشاورت پر بہت زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''امورِ مملکت میں ان (یعنی مسلمانوں) سے مشورہ کیجیے۔'' ایک دوسری جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''ان کے امور باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں۔''

اس اصول پر آپ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے زندگی بھر اس طرح عمل کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کو کہنا پڑا کہ میں نے آپ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی شخص کو مشورہ کرنے والا نہیں پایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے کے بغیر کبھی کوئی فیصلہ نہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ مشاورت کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے وسیع علم و فضل کے باوجود ہمیشہ مجلس شوریٰ کی رائے کے پابند رہے۔ خلیفہ کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مجلسِ شوریٰ کے ہر مشورے اور ہر فیصلے کی پابندی کرے۔ خلیفہ کو مجلسِ شوریٰ سے اختلاف کا بھی حق دیا گیا ہے۔ خلیفہ قرآن وسنت کی روشنی میں انفرادی فیصلے کر سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ مجلسِ شوریٰ میں اختلاف رائے کی صورت میں فیصلے اکثریت کی بنا پر ہوتے ہیں، مگر کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ احکامِ شریعت کو بدل سکیں۔

5- بنیادی اصول (Fundamental Principles)

قرآن وسنت کے اصول، آزادی، عدل، تقویٰ اور مساوات اسلامی نظام کے بنیادی اصول ہیں۔ کسی انسان کو دوسرے انسان پر فضیلت حاصل نہیں، ماسوائے تقویٰ کے۔ اسلامی ریاست میں غلاموں کو آقاؤں کے برابر حقوق دیے گئے۔ اسلامی طرزِ حکومت میں عدلیہ صحیح معنوں میں آزاد اور خود مختار ہوتی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ عدل کے متعلق لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی حاجت روائی نفلی عبادت سے بہتر ہے۔ قرآن مجید میں ہے ''انصاف کرو، وہی بہتر ہے۔''

6- اسلامی نظام معیشت (Islamic Concept of Economy)

اسلام کا معاشی نظریہ ہے کہ دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں نہ ہو، اس لیے ایک مربوط زکوٰۃ کا نظام قائم کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید نے مال و دولت کمانے کی ان صورتوں کو حرام قرار دیا ہے: رشوت، یتیموں کے مال میں بے جا تصرف، فحاشی پھیلانے والے ذرائع کاروبار، خیانت، بت گری، بت فروشی، شراب کی صنعت اور اس کی تجارت وغیرہ۔

ابنِ خلدون نے فلاحی ریاست کا تصور پیش کیا ہے، جس میں رعایا کو خوراک اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی ریاست کا فرض قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ ہے کہ اگر پڑوسی بھوکا ہے تو اس شخص کی عبادت قبول نہیں ہوگی، جس نے پڑوسی کی حاجت پوری کرنے میں غفلت کی۔ اس لیے اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر فرد کی بنیادی ضروریات کو پورا کرے۔ ہر شخص کو باعزت روزگار فراہم کرے۔ سب کو روزی کمانے کے مساوی مواقع حاصل ہوں۔ گویا کہ اسلامی اقتصادی نظام افراط و تفریط کا شکار نہیں بلکہ ایک منصفانہ اور متوازن نظام ہے۔

اچھی حکمرانی
(Good Governance)

مفہوم (Meaning)

گورنینس (Governance) کا لفظی معنیٰ "حکمرانی" ہے۔ گڈ گورنینس (Good Governance) کی اصطلاح اچھی حکمرانی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اچھی حکمرانی کا تصور کوئی نیا نہیں۔ یہ اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ انسانی تہذیب۔ اس اصطلاح کو گزشتہ کئی سالوں سے سیاسی ماہرین کثرت سے استعمال کر رہے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اللہ کی رضا کے لیے ریاست مدینہ کی ابتدا اچھے طریقے سے کی اور خلفائے راشدین نے بھی اس تصور کی مکمل تقلید کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دورِ خلافت بھی مثالی حکمرانی کا دور تھا۔ کئی حکمرانوں نے بھی اس کو اپنانے کی کوشش کی۔

اچھی حکمرانی کی تعریف (Definition of Good Governance)

اچھی حکمرانی ایک ایسا فن، لائحہ عمل اور طریقہ ہے، جس کے مطابق ریاستی امور اور حکومت کا کاروبار احسن طریقے سے بروقت انجام دیا جائے، تاکہ لوگوں کو اطمینانِ قلب نصیب ہو سکے۔ تمام حکومتی اختیارات کو مکمل طور پر عوام کی حقیقی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جائے اور ان کے لیے آسانیوں کی فراہمی کا بندوبست کیا جائے۔ تمام شہریوں کے بنیادی انسانی حقوق اور ان کی سیاسی آزادی کی حفاظت کی جائے۔ حکمران، اللہ تعالیٰ اور عوام کے سامنے اپنے اعمال کے جواب دہ ہوں۔ صالح اور نیک سیرت ماتحتوں کا انتخاب کیا جائے۔ تمام حکومتی فیصلے صاف و شفاف طریقے سے انجام پائیں اور عوام الناس کو ان میں شامل کیا جائے۔ غیر ذمہ داری یا غلطی کی صورت میں حکمران اور عہدیدار کو احتساب کا سامنا کرنا پڑے۔ یہی اچھی حکمرانی کا مقصد ہے۔

اسلامی جمہوری حکومت میں اچھی حکمرانی کا کردار
(The Role of Good Governance in Islamic Democratic Government)

اچھی حکمرانی کی تعریف اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ عوام کی فلاح ہر وقت مقدم ہو۔ یہ نمونہ آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور ان کے حقیقی پیروکار خلفائے راشدین کے دور میں نظر آتا ہے۔
اچھی حکمرانی کا کردار مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے، جس کا احاطہ ذیل میں کیا گیا ہے:

1- اچھی معاشرتی حکمرانی (Good Social Governance)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ جہاں تک بہتر معاشرتی حکمرانی کا تعلق ہے۔ مسلمانوں کے مطابق سب سے پہلے انسانی حقوق کے احترام کا تصور اسلام نے پیش کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا خطبہ حجۃ الوداع اس کی بہترین مثال ہے، جس میں سب سے پہلے مساوات کا درس دیا گیا۔ غلامی کو ممنوع قرار دیا گیا۔ آپ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمسایوں کے حقوق سے متعلق فرمایا: "کہ اگر حق تلفی کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہمسایوں کو جائیداد میں بھی شریک کیا جا سکتا تھا"۔

تمام شہریوں کے بنیادی حقوق اور ان کی شخصی آزادی کی حفاظت اچھی معاشرتی حکمرانی میں شامل ہے۔ اس میں عام طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ترویج کی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "میں کسی شخص کو اس کا موقع نہ دوں گا کہ وہ کسی کی حق تلفی یا کسی پر زیادتی کرے۔" اسلام غیر مسلموں کو بھی مکمل معاشرتی حقوق سے نوازتا ہے۔

2- اچھی اقتصادی حکمرانی (Good Economic Governance)

اسلامی ریاست میں رزقِ حلال اور آزاد تجارت کے اشتراک سے ایک بہترین معاشی نظام معرضِ وجود میں آیا۔ اس معاشی نظام سے معاشرے کے تمام طبقے مستفید ہوتے تھے۔ کوئی طبقہ مفلوک الحال اور مالی پریشانی کا شکار نہ تھا۔ زکوٰۃ کا نظام اس قدر جامع تھا کہ بیت المال، مال و زر سے بھرا رہتا تھا۔ یہ عوام کا خزانہ تھا۔ خلیفہ کو بھی یہ حق نہیں تھا کہ وہ اس خزانے کو ذاتی استعمال کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خدا کے نزدیک سب سے زیادہ خوش نصیب وہ حاکم ہے جس کے ذریعے اس کی رعایا خوش حال ہو اور سب سے بدبخت حاکم وہ ہے جس کے سبب اس کی رعایا بد حال ہو۔'' اس طرح سب عمال کو فرمایا: ''تم بھی اپنے آپ کو کج روی سے بچاؤ تاکہ تمہارے ماتحت کج روی اختیار نہ کریں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ''اگر اس کے دورِ خلافت میں کوئی کتا بھی دریائے دجلہ پر بھوکا مر گیا تو وہ قیامت کے دن اس کے جواب دہ ہوں گے۔'' آپ رات کو اناج کی بوریاں اپنے کندھوں پر لاد کر بھوکوں کے گھر پہنچایا کرتے تھے۔ زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ و خیرات سے ضرورت مندوں کی مدد کی جاتی تھی۔ بیت المال سے یتیموں، بیواؤں اور بے سہارا لوگوں کے لیے وظائف مقرر کیے جاتے تھے۔ لوگوں کو یکساں طور پر رزقِ حلال کمانے کے مواقع فراہم کیے جاتے تھے۔

موجودہ فلاحی ریاستوں میں آج کل اسی تصور کے تحت بڑھاپے کی پینشن، بہبود فنڈ، سوشل سکیورٹی سکیم اور یتیم خانے وغیرہ دن رات اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

3- اچھی سیاسی حکمرانی (Good Political Governance)

ریاست مدینہ میں حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّين صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی مثالی حکمرانی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی ترجمانی کرتی ہے۔ اسلامی سیاسی تناظر میں حکمرانی کی نامزدگی مجلسِ شوریٰ اور عامۃ المسلمین کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کا تقرر اسی طرح عمل پذیر ہوا۔ بہتر سیاسی حکمرانی عروج پر رہی لیکن بنو امیہ نے نامزدگی کا اصول اپنایا۔ سیاسی حکمرانی تباہی کا شکار ہوگئی اور شخصی حکمرانی معرضِ وجود میں آ گئی۔

اسلامی ریاست میں قانون سازی اور اس پر عمل داری قرآن و سنت کے مطابق کی جاتی ہے۔ اس میں کسی کو ترمیم کا کوئی حق نہیں کیوں کہ اللہ کا حکم اور حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّين صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی سنت قیامت تک برقرار رہے گی۔ البتہ بدلتے ہوئے حالات سے ہم آہنگی کے لیے اجتہاد کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اجتہاد کسی صاحب الرائے کی عقلی دلیل کا نام ہے۔ آپ خَاتَمُ النَّبِيِّين صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر اسی بنا پر مقرر فرمایا تھا، جب انھوں نے اعادہ کیا کہ میں قرآن و سنت کے بعد اپنی عقلی دلیل سے مقدمات کا فیصلہ دیا کروں گا۔ قرآن و سنت کے بعد سیاسی حکمرانی اجتہاد ہی کی بنا پر پروان چڑھتی ہے۔

خلافت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر قائم کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ قانون اس کا قانون ہوتا ہے۔ اس لیے اس نظام میں شخصیت پرستی اور خاندان پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عدلیہ کسی بھی دباؤ سے آزاد ہو کر شہریوں کو عدل و انصاف فراہم کرتی ہے۔

عدلیہ کی غیر جانبداری کی یہ واضح مثال ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّين صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ سے چوری کے الزام میں ایک گرفتار عورت کی سفارش کی گئی تو آپ خَاتَمُ النَّبِيِّين صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے برملا فرمایا کہ: ''اگر اس کی جگہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ہوتی تو اس کو بھی یہی سزا ملتی۔''

اسلام میں حکمران پر تنقید جائز اور درست تصور کی جاتی ہے حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ: "جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔" گویا حکمران پر تنقید کرنا اور اسے حق بات کی طرف لوٹنے کو کہنا جہادِ عظیم ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے کہا تھا کہ: "لوگو! اگر میں حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی راہ پر چلوں تو میری پیروی کرنا اگر اس سے ہٹ جاؤں تو مجھے راہِ راست پر لے آنا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دربار میں مالِ غنیمت کی چادروں کی تقسیم پر تنقید کا سامنا کیا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کے گورنر کو اس بات پر معزول کر دیا تھا کہ اُس نے ایک غلام کے ساتھ سختی کی تھی۔ اسلام میں مجلسِ شوریٰ (کابینہ) اور عامۃ المسلمین (پارلیمنٹ) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنگِ قادسیہ اور جنگِ نہاوند میں مجلسِ شوریٰ کے مشورے پر عمل فرمایا اور فوج کی کمان ترک کر دی۔

اسلام امن کی تلقین کرتا ہے اور سیاسی ہم آہنگی پر زور دیتا ہے۔ حکمرانی کے یہ تینوں پہلو (معاشرتی، معاشی، سیاسی) صرف اسلام کے اندر ہی نظر آتے ہیں۔ جدید دور میں بھی اگر اسلامی اصولوں پر عمل کیا جائے تو اچھی حکمرانی (Good Governance) کا حصول کوئی مشکل کام نہیں۔

اچھی حکمرانی کے راستے میں رکاوٹیں

(Obstacles in the way of Good Governance)

اچھی حکمرانی کے راستے میں کچھ رکاوٹیں ہیں، جن کا ذکر درج ذیل ہے۔

1- غیر جمہوری اقتدار (Undemocratic Power)

غیر جمہوری اقتدار عوام کا نمائندہ اقتدار نہیں ہوتا۔ یہ اقتدار مجلسِ شوریٰ اور عامۃ المسلمین کی مرضی کے خلاف معرضِ وجود میں آتا ہے۔ یزید نے نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروا کر حکومت الٰہیہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داغدار کر دیا۔ یہ تاریخ اسلام میں انتہائی بدنما واقعہ ہے، جس نے اسلامی اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ مسلمانوں میں اتحاد کی کمی سے طاغوتی طاقتیں فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ لہٰذا غیر جمہوری اقتدار، بہتر حکمرانی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

2- شخصی وظالمانہ حکومت (Autocratic and Cruel Government)

حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور خلفائے راشدین کا دور حکومت الٰہیہ کا دور تھا۔ جہاں مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ ایک جیسا رحم دلانہ سلوک ہوتا رہا، خوش حالی کا دور دورہ تھا اور امن کی فضا بحال رہی۔ جونہی شخصی حکومت عمل میں آئی خلیفہ اپنی مرضی کرنے لگے۔ پُرکیف ماحول، بدامنی کی نذر ہو گیا۔ لوگوں کی زندگی انتشار کا شکار ہو گئی۔ شخصی حکومت ظالمانہ دور کی ترجمانی کرتی ہے۔ جہاں عوام کی فلاح و بہبود کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ لوگ امن کو ڈھونڈتے ہیں۔ استبدادی حکمران لوگوں کی تنقید کو برداشت نہیں کر سکتے۔ تنقید کرنے والوں سے سختی سے نمٹا جاتا ہے۔ ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور "اچھی حکمرانی" کا بہترین دور تھا۔ حکمرانی کا یہ عالم تھا کہ وہ قاضی کی عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت میں پیش ہوئے اور انصاف کے ترازو کو جھکنے نہیں دیا۔

-3 انسانی حقوق کی خلاف ورزی (Violation of Human Rights)

اچھی حکمرانی کے بنیادی اصولوں میں انسانی حقوق کا احترام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ خطبۂ حجۃ الوداع انسانی بنیادی حقوق کا ایک سنہری چارٹر تھا۔ رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں مسلموں اور غیر مسلموں کو ایک جیسے بنیادی حقوق سے نوازا گیا تھا۔ بنوامیہ کے دور میں انسانی حقوق کی پامالی ہوتی رہی۔ عوام کی آزادی ختم ہوگئی اور ان کی مرضی کا نظام قائم نہ ہوسکا۔ اچھی حکمرانی کا خاتمہ ہوگیا۔ سیاسی ابتری وسیاسی انتشار مملکت کا مقدر بن گیا اور معاشی ترقی رک گئی۔ آج کل مقبوضہ کشمیر، فلسطین، افغانستان، عراق اور بھارت میں انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزی ہورہی ہے۔ ان علاقوں میں مسلمان مفلوک الحالی کا شکار ہیں۔ جہاں کہیں وہ اپنی آواز بلند کرتے ہیں، ان کی آواز دبائی جارہی ہے۔ انھیں دہشت گردی کا موردالزام ٹھہرایا جاتا ہے۔

-4 تعلیم کی کمی (Deficiency of Education)

کسی ملک کی سیاسی معاشرتی ومعاشی ترقی تعلیم کے بغیر نامکمل ہے۔ ترقی کا اعلیٰ معیار صرف تعلیم کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ خلفائے راشدین خاص کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تعلیم کا اعلیٰ انتظام تھا۔ مسجدیں درس گاہوں کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔ مفلس اور نادار طلبہ کو ماہانہ وظائف دیے جاتے تھے۔ تعلیمی ترقی کے لیے تعلیم یافتہ لوگ مقرر کیے گئے۔ قرآن وسنت کے علاوہ عربی زبان وادب کی تعلیم بھی لازمی تھی۔ تعلیمی پسماندگی نا صرف ترقی کو روک دیتی ہے بلکہ سیاسی شعور کو بھی ختم کردیتی ہے۔ جہاں سیاسی شعور نہ ہو وہاں لوگ حکومت پر تنقید کرنے کے قابل نہیں رہتے۔ لہٰذا تعلیمی پسماندگی ملکی ترقی اور بہتر حکمرانی کے لیے نقصان دہ ہے

-5 کمزور معیشت (Weak Economy)

کمزور معیشت ملکی خوش حالی اور ترقی کے گراف کو نیچے گرادیتی ہے جو اچھی حکمرانی کے راستے میں ایک رکاوٹ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملکی معاشی ترقی کے لیے وسائل ڈھونڈے، بیت المال کو منظم کیا، زراعت وتجارت کو ترقی دی۔ تعلیم، زراعت اور تجارت ہی مضبوط معیشت کے موثر عوامل ہیں۔ ملک خوش حال نہ ہو تو لوگوں کو بنیادی ضروریات کی اشیا میسر نہیں آئیں گی۔ وہ نہ صرف حکومت پر تنقید کریں گے بلکہ اس کے سخت خلاف ہوجائیں گے۔ ملک ابتری کا شکار ہوجائے گا، ترقی رک جائے گی اور بالآخر حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا۔

اچھی حکمرانی کے راستے میں رکاوٹوں کا حل

(Remedies of Obstacles in the way of Good Governance)

بہتر حکمرانی کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو درج ذیل طریقوں سے دور کرنا ممکن ہے تاکہ لوگوں کو بہتر زندگی کی سہولیات کی فراہمی مہیا ہوسکے۔

-1 آزاد اور خودمختار عدلیہ (Independent Judiciary)

ایک جمہوری اسلامی ریاست میں آزاد وخودمختار عدلیہ کا ہونا نہایت ضروری ہے جو اچھی حکمرانی کی ضامن ہے۔ آزاد وخودمختار عدلیہ کے بغیر ملکی نظام تہس نہس ہوجائے گا اور لوگ امن سکون کو ترستے رہیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے فرمایا: ”عمدہ امن عمدہ نظام عدل کی بنا پر ممکن ہے اور قیام عدل ہی ریاست کا سب سے بڑا فرض ہے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں میں قاضی مقرر کیے اور ان کو قطعی طور پر علاقائی انتظامیہ کے اثر ورسوخ سے دور رکھا۔

2- بنیادی حقوق کی فراہمی (Provision of Fundamental Rights)

بنیادی حقوق کی فراہمی عوام کی خوش حالی اور آزادی کی ضمانت دیتی ہے اور ان کی زندگی کو پُر امن بناتی ہے۔ یہ جمہوری اقدار کو پروان چڑھاتی ہے۔ اگر کوئی شخص یا خود حکومت کا کوئی اہل کار کسی شخص کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کرنا چاہے تو عدلیہ ان حقوق کی حفاظت کے لیے مختلف حکم امتناعی اور پروانوں کا اجرا کرتی ہے، جن کی خلاف ورزی توہین عدالت کے زمرے میں آتی ہے۔ جابر اور بددیانت انتظامیہ کے خلاف عوام کے ہاتھوں میں یہ بہت بڑا مضبوط ہتھیار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی عدالت قائم کی تھی جس کا مقصد بڑے بڑے عہدیداروں اور گورنروں کے حالات کا جائزہ لینا اور ان کے افعال کا محاسبہ کرنا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ: ''مجھے خلیفہ رہنے کا کوئی حق نہیں اگر میں عوام کے بنیادی انسانی حقوق اور ان کی شخصی آزادی کو بحال نہ کرسکوں۔''

3- احتساب (Accountability)

ایک جمہوری اسلامی ریاست میں بہتر اور احتساب کے عمل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ خلیفہ کو کسی صورت میں بھی قانون سے بالاتر ہونے کی اجازت نہیں۔ خلیفہ اپنی تمام ذمہ داریوں کے لیے بیک وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے جواب دہ ہے۔ احتساب کا عمل حکمران اور انتظامیہ کو راہِ راست پر لانے کے لیے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگر احتساب کا عمل بروئے کار نہ لایا جائے تو استبدادی اور ظالمانہ حکومت معرضِ وجود میں آئے گی۔ حاکم وقت اپنی من مانی کارروائیاں کرنا شروع کردے گا۔ لوگوں کی خواہشات کا احترام نہ کیا جائے گا اور ان کو محکوم تصور کیا جائے گا۔ احتساب و توازن کا عمل صحیح حکمرانی کی روح ہے۔ اس عمل کو خلافت راشدہ نے اپنے اپنے دور میں جاری و ساری رکھا۔ عوام کو شکایت کا موقع فراہم نہ کیا اور ان کی آواز پر لبیک کہا۔

احتساب کی بہترین مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ ہے انھوں نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! جب تک میں اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو۔ اگر مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جس سے اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو، تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔'' گویا اسلام میں یہ اصول طے ہے کہ سربراہِ ریاست لامحدود اختیارات کا مالک نہیں۔ لوگ اس سے جواب طلبی کرسکتے ہیں۔

مغربی ریاستوں میں بھی انتظامیہ کے سربراہوں کا احتساب مواخذہ کے ذریعے ممکن ہے اور وزیر اعظم کو عدم اعتماد کی تحریک کے ذریعے ہٹایا جاسکتا ہے۔ بعض امور میں عدالت بھی سربراہ کے احکامات کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ لہٰذا احتساب اور جواب دہی کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

4- آزاد اور مضبوط معیشت (Free and Strong Economy)

آزاد اور مضبوط معیشت کسی بھی ملک کی ترقی کی ضامن ہوتی ہے۔ اچھی حکمرانی کے لیے ضروری ہے کہ ہر شخص کو معاشی ترقی کے لیے یکساں اور مساوی سہولیات میسر ہوں ورنہ ایک غریب آدمی دو وقت کی روٹی کے لیے دوسرے کا محتاج رہے گا۔ اسلامی حکومتوں نے ہمیشہ اس پہلو کو پیش نظر رکھا۔ انھوں نے نہ صرف عوام کی معاشی حالت کو بہتر کیا بلکہ خدا کی خوشنودی بھی حاصل کی۔

5- شفاف و جمہوری انتخابات (Transparent and Democratic Elections)

رسالت مآب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بعد جب تک خلیفہ شفاف و جمہوری طریقے سے مجلس شوریٰ اور عامۃ المسلمین کے ذریعے منتخب ہوئے، عوام کی حکمرانی قائم رہی اور لوگوں کی تمام ضروریات زندگی پوری ہوتی رہیں۔ ان کو انصاف ملتا رہا اور سکون و اطمینان

میسر رہا۔ جونہی نامزدگی کا عمل شروع ہوا، جمہوری اقدار کا خاتمہ ہو گیا اور لوگ بے اطمینانی کا شکار ہو گئے۔ لہٰذا شفاف و جمہوری انتخابات اچھی حکمرانی کی ترقی کا زینہ ہیں۔

مشقی سوالات

1۔ ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:۔

i۔ برطانیہ میں نظامِ حکومت ہے:

(الف) صدارتی (ب) وفاقی (ج) پارلیمانی (د) وحدانی

ii۔ ارسطو نے اپنی جس کتاب میں ریاست کی مختلف اقسام کو بیان کیا ہے:

(الف) مقدمہ (ب) سیاست (ج) جمہوریہ (د) سول گورنمنٹ

iii۔ جس مفکر نے حکومت کی درجہ بندی بہتر طریقے سے کی ہے:

(الف) پالینڈ (ب) ارسطو (ج) لیکاک (د) لاسکی

iv۔ جمہوریت کی یہ تعریف جس نے کی ہے: ''عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے۔''

(الف) برجیس (ب) ابراہم لنکن (ج) سیلے (د) گیٹل

v۔ سوئٹزرلینڈ میں وفاقی اکائی کو پکارا جاتا ہے:

(الف) صوبہ (ب) ریاست (ج) کینٹن (د) ریپبلک

vi۔ پارلیمانی طرزِ حکومت میں اہم حیثیت حاصل ہوتی ہے:

(الف) صدر کو (ب) سپیکر کو (ج) اٹارنی جنرل کو (د) وزیراعظم کو

vii۔ جس کا سب سے اہم اور اولین فرض قانون سازی ہے:

(الف) عدلیہ (ب) انتظامیہ (ج) مقننہ (د) کابینہ

viii۔ جس طرزِ حکومت میں شورائی نظام کو زبردست اہمیت حاصل ہے:

(الف) پارلیمانی (ب) دستوری (ج) اسلامی (د) وفاقی

ix۔ جس خلیفہ کا قول ہے کہ ''میں کسی شخص کو اس کا موقع نہ دوں گا کہ وہ کسی کی حق تلفی کرے۔''

(الف) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(ج) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (د) حضرت علی رضی اللہ عنہ

x- خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے کہا تھا ''لوگو! اگر میں نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی راہ پر چلوں تو میری پیروی کرنا، اگر اس سے ہٹ جاؤں تو مجھے راہ راست پر لے آنا۔''

(الف) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے　　(ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

(ج) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے　　(د) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

2- درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں:۔

i- حکومت کا مفہوم بیان کریں۔

ii- ارسطو نے حکومت کی درجہ بندی کن اصولوں پر کی ہے؟

iii- جمہوریت سے کیا مراد ہے؟

iv- آمریت کس قسم کی حکومت کو کہتے ہیں؟

v- ڈائسی نے وفاق کی کیا تعریف کی ہے؟

vi- انتظامیہ کی دو اقسام تحریر کریں۔

viii- خلافت سے کیا مراد ہے؟

viii- پارلیمانی طرزِ حکومت میں حزبِ مخالف کا کیا کردار ہوتا ہے؟

ix- اچھی حکمرانی سے کیا مراد ہے؟

x- احتساب کا عمل حکمران اور انتظامیہ کو راہِ راست پر لانے کے لیے کیا کردار ادا کرتا ہے؟

3- درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں:۔

i- جمہوریت کی خوبیاں اور خامیاں بیان کریں۔

ii- آمریت کا تنقیدی جائزہ لیں۔

iii- وفاق اور نیم وفاق میں فرق بیان کریں۔

iv- وفاقی نظام حکومت کی خوبیاں اور خامیاں بیان کریں۔

v- صدارتی نظام کی خوبیاں اور خامیاں بیان کریں۔

vi- پارلیمانی نظام حکومت کی خوبیوں اور خامیوں پر بحث کریں۔

vii- موجودہ جمہوری ریاست میں انتظامیہ کے فرائض بیان کریں۔

viii- حکومت کے اسلامی تصور کی خصوصیات پر بحث کریں۔

ix- اسلامی جمہوری حکومت میں اچھی حکمرانی کا کردار بیان کریں۔

x- اچھی حکمرانی کے راستے میں درپیش رکاوٹوں اور ان کا حل بیان کریں۔